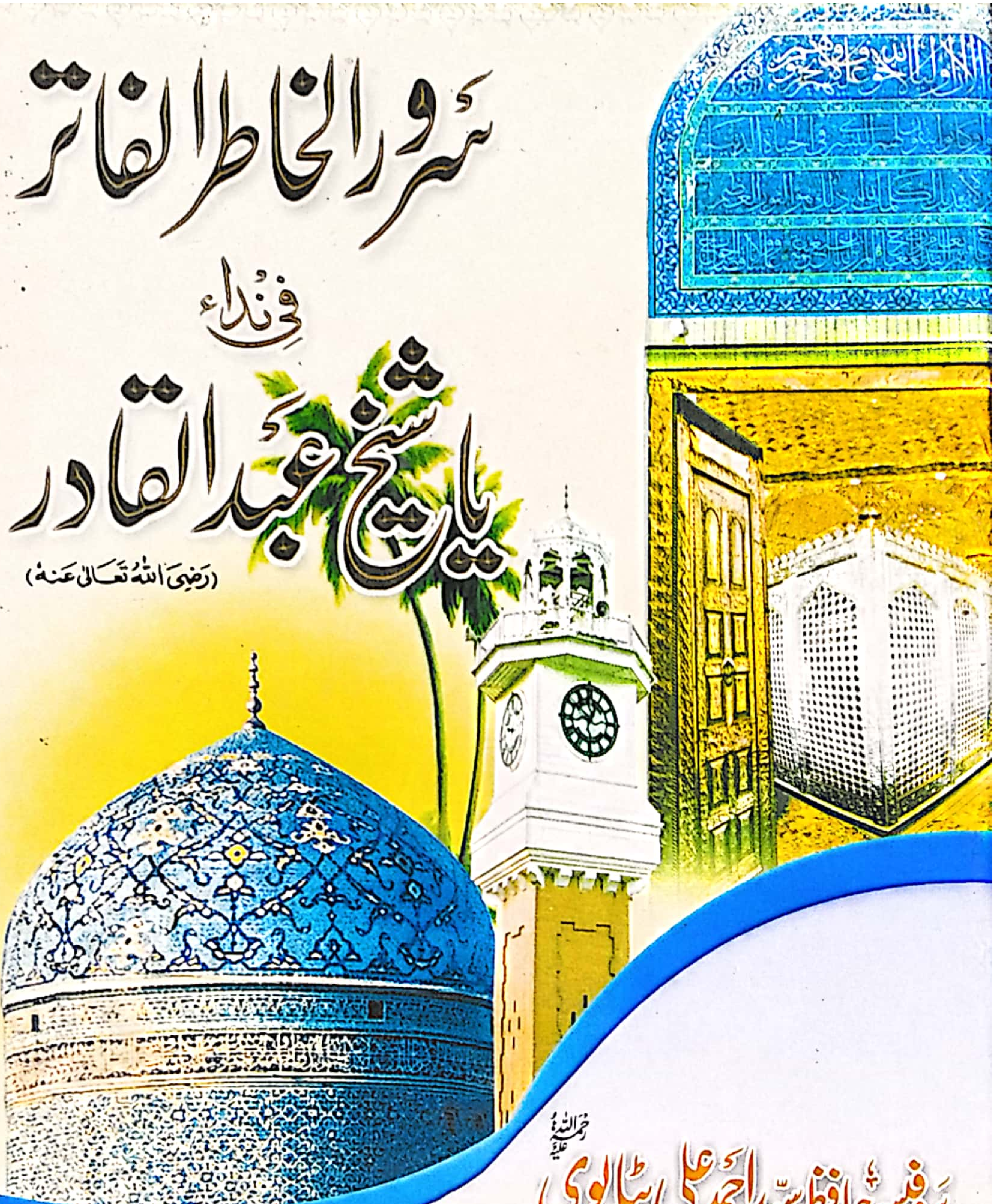


سرور الخاطر الفاتر

فی نداء

یا شیخ عبد القادر

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پروفیسر حافظ سید احمد علی بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

دار الفیض گنج بخش لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۳۳

سرور الخاطر الفاتر

فی نداء

یا شیخ عبد القادر

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پروفیسر حافظ سید احمد علی بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

دارالفیض گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

یاد : امام الاولیاء، سلطان الاصفیاء، حضرت شیخ سید علی ہجویری
معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز
بفیضان نظر: حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمۃ
بفیضان کرم: استاذ الحکماء حضرت حکیم محمد سلیم چشتی علیہ الرحمۃ

کتاب ------- سرور الخاطر الفاتر فی نداء یا شیخ عبد القادر
مؤلف ------- پروفیسر حافظ سید احمد علی بٹالوی علیہ الرحمۃ
ناظم اشاعت ------- میاں محمد ریاض ہمایوں سعیدی
تعداد ------- ۲۵۰۰
اہتمام ------- حکیم محمد سلیم مرتضائی
سن اشاعت ------- شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ، ستمبر 2004ء
ہدیہ ------- ایصال ثواب امت رسول اللہ ﷺ

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے پانچویں سالانہ عرس مبارک (۸ رشعبان المعظم ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) کے موقع پر تقسیم کی جارہی ہے۔
بیرون جات کے حضرات دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔

ملنے کے پتے

دار الفیض گنج بخش

☆55۔ حکیم محمد موسیٰ روڈ (ریلوے روڈ، گوالمنڈی) حضرت لاہور
فون: 042.7671389
☆حکیم محمد سلیم مرتضائی، مرتضائی دواخانہ، بالمقابل جامع مسجد اسلامیہ کالج،
سرگودھا روڈ۔ فیصل آباد۔ فون: 041-763014

شیئاً للہ

دستگیری کا طلب گار ہوں شیئاً للہ
میر بغداد! میں لاچار ہوں شیئاً للہ
حال دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن
آج میں بر سرِ اظہار ہوں شیئاً للہ
کرم خاص کے لائق تو نہیں ہوں، پھر بھی
آپ کا غاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ
آپ ہی سنیے کہ اب اور کہوں میں کس سے
بستۂ دامنِ سرکار ہوں، شیئاً للہ
جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد
تشنۂ شربت دیدار ہوں شیئاً للہ
غوث اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرت
بس کہو، حاضر دربار ہوں، شیئاً للہ

حسرت موہانی☆

☆مجاہد تحریک آزادی پاکستان رئیس الاحرار مولانا سید فضل الحسن قادری رزاقی

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ

الحمد للہ کہ دریں ایام رسالہ کثیر المنافع مشتمل بر حل
شبہات منکرین توسل واستمداد اولیاء اللہ رض

یعنی

سرور الخاطر الفاتر
فی نداء
یا شیخ عبد القادر رض

از تازہ تالیف مولانا مولوی حافظ سید احمد علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج خطیب مسجد شاہی
لاہور مؤلف نصر المقلدین حمایۃ المقلدین نور الشمعۃ فی ظہر الجمعۃ

حسب فرمائش حضرت مخدومنا پیر عبد الغفار صاحب خادم درود شریف
و امام مسجد و مہتمم مدرسہ عالیہ غوثیہ مسجد سادھواں لاہور

در مطبع کریمی سٹیم پریس لاہور طبع گردید

ملنے کا پتہ: پیر صاحب موصوف۔ ومؤلف رسالہ ہذا

اللہ کی طرف سے مددگار

دین کا نظام ہو یا دنیا کا نظام ہو، پیدائش سے لے کر قبر تک، بلکہ حشر سے بھی آگے تک، ہم میں سے ہر ایک شخص دوسرے سے قدم قدم پر مدد لے رہا ہے۔ جو کہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ نیکی پرہیزگاری اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم اور ایک دوسرے سے مدد لینے کی اجازت خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ (المائدہ:۲،الانفال:۷۲)

عیسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ نبی بھی من أنصاری یعنی ”کون ہیں مددگار میرے“ کے الفاظ سے استمداد کر رہے ہیں۔ (آل عمران:۵۲،الصف:۱۴)

حضور ﷺ کے مددگاروں کی اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ تعریف فرمائی۔

(الاعراف:۱۵۷،الانفال:۷۲۔۷۴)

ان کا نام ہی انصار یعنی مدد کرنے والے رکھا گیا۔ (التوبہ:۱۰۰،۱۱۷)

آسمانی فرشتوں کو بھی مددگار بنا کر اتارا گیا۔

(آل عمران:۱۲۴۔۱۲۵،الانفال:۹،التحریم:۴)

اللہ تعالیٰ نے پاک روح کو عیسیٰ علیہ السلام کا مددگار فرمایا ہوا تھا۔

(البقرہ:۸۷،۲۵۳،المائدہ:۱۱۰)

اور تمام انبیاء کی ارواح سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا تھا کہ آخری نبی کی بعثت کے بعد تم ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (آل عمران:۸۱)۔

وہ ہر نیک مسلمان کی مدد بھی اپنی طرف کی ایک معزز روح سے کرتا ہے۔

(المجادلہ:۲۲)

گویا پاک روح کے ذریعے مدد کرنا سنت الٰہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص نے فریاد کی، آپ نے اس پر فتویٰ لگانے کی بجائے اس کی فریاد رسی فرمائی۔

(القصص:١٥)

اسی طرح اہل بیت کے در سے مانگنے کے آداب سکھائے گئے، اسے شرک نہیں کہا گیا۔ (الاحزاب:٥٣)۔

مانگنے والے جھڑکنے سے روکا گیا۔ (الضحیٰ:١٠)

اس پر شرک کا فتویٰ نہیں لگایا گیا۔ بزرگوں کی زبان سے جہاں دعائیہ جملے تعلیم فرمائے گئے وہیں استمداد کے الفاظ بھی بطور نمونہ سکھائے گئے۔ کہیں سکھایا گیا من انصاری الی اللہ (کون ہیں میرے مددگار اللہ کی طرف) کہیں سکھایا گیا:

فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ۔ (الکہف:٩٥)

یعنی میری مدد کرو قوت کے ساتھ۔

کہیں تعلیم دی گئی:

﴿وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾ (النساء:٧٥)

یعنی اور اپنے پاس سے ہمارے لیے کوئی کارساز بنادے اور کردے کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار۔ ساتھ ہی بنیادی عقیدہ بھی تعلیم فرمادیا گیا کہ مدد ظاہری ہو یا باطنی براہ راست ہو یا بالواسطہ اصل میں اللہ ہی کی طرف سے آرہی ہوتی ہے۔

﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (آل عمران:١٢٦، الانفال:١٠)

یعنی اور نہیں ہے کوئی مدد مگر اللہ کی ہی طرف سے۔ یعنی ہر مدد میں اسی کا دست قدرت کارفرما ہوتا ہے۔ اور بغیر اس کے اذن کے کوئی ذرہ برابر مدد نہیں کرسکتا۔ خواہ وہ پاس بیٹھا دوست ہی کیوں نہ ہو، جس سے مدد مانگنا بالاتفاق جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ خیر الناصرین یعنی سب مددگاروں سے بہتر ہے (آل عمران:١٥٠)

اس نے مخلوقات کو اپنے اپنے دائرہ کار کے اندر مددگار بنایا ہے جس کو جتنا مددگار بنایا ہے اس کو اتنی مددگاری کے لوازمات (مثلاً علم وقدرت وغیرہ) بھی عطا فرمائے ہیں۔

قرآن عظیم میں فرمایا گیا ہے کہ:

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (المائدہ:٥٥)

یعنی تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اس کا رسول اور (کامل) ایمان والے۔

ولی کے لفظ کے لغت میں کئی معانی ملتے ہیں۔ محبوب۔ محب۔ مددگار۔ کارساز۔ قریب۔ تو گویا یوں کہیے کہ وہ ذات جو محبوب ہو اور اپنے چاہنے والوں کو چاہے اور جسے چاہے اس کی مدد اور کارسازی کرے اور اس سے معنوی قرب رکھے، یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ سچا دوست جو ہر مشکل وقت میں کام آئے ولی کہلاتا ہے۔ یہ الفاظ بظاہر مختلف تھے مگر مفہوم و مدلول سب کا ایک ہی ہے۔ قابل غور پہلو یہ ہے کہ یہاں أولیاؤکم نہیں فرمایا گیا، ورنہ "اللہ کی مدد علیحدہ، رسول کی مدد علیحدہ اور مومنین کاملین کی مدد علیحدہ ہے" کا تصور ملتا جو کسی صورت درست نہیں ہے۔ ولیکم میں لفظ ولی واحد لانے سے مقصود یہی ہے کہ رب العالمین کی مدد رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں تقسیم ہو کر مومنین کاملین کے ہاتھوں تقسیم در تقسیم ہو رہی ہے اور مدد واحد ہے، اللہ کی مدد اور رسول کی مدد اور مومنین کاملین کی مدد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اصل اور بالذات ولی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی سب کے سب تبعاً اور بالعطاء ولی ہیں۔

یا خدا تجھ تک ہے سب کا منتہی
اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

(امام احمد رضا)

جناب رسول اللہ ﷺ بحیثیت ولی

جناب رسول اللہ ﷺ تمام مومنین پر بالفعل رحمت ومہربانی فرمارہے ہیں۔ آپ کی صفت ہے: ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ:١٢٨) ترجمہ: وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے والا اور ان پر ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ (ترجمہ از قاضی سلیمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین ٣/٩٧) اس سے بھی آگے مزید بتایا گیا کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں (الانبیاء:١٥٧) یعنی کائنات کے ذرے ذرے کے لیے ہر ہر لمحہ رحمت کا ذریعہ آپ ﷺ ہی ہیں۔

جس کی رحمت مومنین وعالمین پہ ہو وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہمار یار و مددگار ہے:

رحمۃ للعالمین ہو   لطف فرما ہر کہیں ہو

اس قرآنی نظریہ پر بطور شواہد صحابہ وتابعین کے چند واقعات پیش خدمت ہیں:

ایک نابینا صحابی نے یا محمد کے الفاظ سے توسل کی درخواست کی تو اللہ نے اسے بینائی لوٹا دی۔ (نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی، طبرانی، بسند صحیح)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہوا تو یا محمداہ پکارا تو ٹھیک ہوئے۔

(الادب المفرد: امام بخاری وغیرہ بسند حسن)۔

حضرت ابن عباس کے ساتھی کا پاؤں سن ہوا تو یا محمداہ پکارنے سے درست ہوا۔ (کتاب الاذکار۔ امام نووی)۔

عمرو بن سالم خزاعی راجز بنو کعب نے تین دن کی مسافت سے استمداد کی تو آپ ﷺ نے تین بار لبیك نصرت (حاضر ہوں۔ تیری مدد ہوگئی) ارشاد فرمایا۔

(طبرانی، بیہقی، اصابہ، استیعاب، جمع الفوائد)

جھوٹے نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ میں صحابہ تابعین کی پہچان یا محمداہ تھی۔ (البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن اثیر، تاریخ طبری)۔

جنگ حلب کے موقع پر پھر فتح بھنسا کے موقع پر یا محمد کے الفاظ صحابہ و تابعین کی پہچان تھے۔ (فتوح الشام)۔

جنگ یرموک میں بھی یا محمد کے الفاظ صحابہ و تابعین کی پہچان تھے۔

(تاریخ التواریخ، تاریخ واقدی)

قحط کے سال بکری ذبح ہونے پر فقط سرخ ہڈی برآمد ہوئی تو حضرت بلال بن حارث مزنی نے یا محمداہ پکارا تو رات کو دیدار و بشارت نصیب ہوئی۔

(البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن اثیر)

میدان کربلا میں سیدہ زینب نے یا محمداہ پکارا۔ (البدایہ والنہایہ)

قحط کے سال ہی میں ایک صاحب نے روضۂ رسول ﷺ پر حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے اللہ سے بارش مانگیے۔ رات کو دیدار و بشارت نصیب ہوئی، دن کو واقعہ حضرت عمر فاروق کے دربار میں سنایا۔

(ابن ابی شیبہ، بیہقی، الاسیعاب، فتح الباری، بسند صحیح)۔

کسی صحابی نے اعتراض نہ کیا کہ "قبر پر کیا لینے گئے تھے۔ مسجد میں جا کر براہ راست خدا سے مانگتے"۔ تو گویا صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا۔

(نوٹ: یا محمد پکارنا اس وقت جائز ہوگا جب اس کا معنیٰ "بار بار تعریف کیا گیا" کا تصور بھی ذہن ساتھ ہی جلوہ گر ہو۔ بغیر معنی اور توصیف کے تصور کے محض نام کے طور پر پکارنا جیسے ہم ایک دوسرے کو پکارتے ہیں ممنوع ہے۔ اس لیے بالعموم یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ وغیرہ کے الفاظ سے پکارنا زیادہ بہتر ہے۔)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحیثیت ولی

خلفائے ثلاثہ اور ائمہ فقہ میں کمالات نبوت (قانون اسلام کی تدوین و ترویج) کا پہلو غالب نظر آتا ہے، جب کہ حضرت علی المرتضیٰ، دیگر ائمہ اہل بیت اور باقی ائمہ تصوف میں کمالات ولایت کا پہلو غالب نظر آتا ہے، ماضی میں موسیٰ و خضر علیہما السلام بالترتیب ان کمالات کے نمائندے تھے۔ حدیث شریف میں ہے:

من كنت مولاه فعلی مولاه۔

یعنی جس کا میں یار و مددگار ہوں تو علی بھی اس کا یار و مددگار ہے۔

(احمد، ترمذی، ابن حجر مکی نے سولہ صحابہ سے اور صاحب تحفۃ الاحوذی اور صاحب تبلیغی نصاب نے تیس صحابہ کرام سے اس روایت کا مروی ہونا بیان کیا ہے)

دوسری روایت میں ہے:

من كنت وليه فعلی وليه

یعنی جس کا میں یار و مددگار ہوں تو علی بھی اس کا یار و مددگار ہے۔

(احمد، نسائی، حاکم بسند صحیح)

دیگر حدیث شریف میں ہے:

ان علیا منی و أنا منه وهو ولی كل مؤمن (ترمذی)

یعنی علی میرا ہے میں علی کا ہوں اور وہ ہر ایمان والے کا یار و مددگار ہے۔

واضح رہے کہ یہاں ولی یا مولا کا معنی حبیب و ناصر ہی ہے، جیسا کہ نواب صدیق حسن خان نے تکریم المؤمنین صفحہ ۱۰۴۔۱۰۶ پر لکھا ہے اور مولوی زکریا نے تبلیغی نصاب کے صفحہ ۶۵۷ پر لکھا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ زجاجۃ المصابیح۔ اور حاشیہ مشکوٰۃ شریف طبع نور محمد کراچی، شفا شریف از قاضی عیاض مالکی ۔۔۔ آیت انما ولیکم ۔۔ کی

شان نزول کے سلسلے میں بعض ضعیف روایات میں آیا ہے کہ یہ حضرت علی کے ایک سائل کی مدد کرنے کے بارے میں اتری تھی۔ کمالات ولایت کا مظہر اور باب مفتوح آپ کو بنایا گیا۔ حتیٰ کہ مخالفین کے مولوی شاہ اسماعیل دہلوی کو بھی صراط مستقیم میں تسلیم کرنا پڑا کہ: ''قطب ہونا، غوث ہونا یعنی فریاد رس ہونا، ابدال ہونا وغیرہ تمام عہدے حضرت علی کے مبارک زمانے سے لے کر دنیا کے خاتمے تک سب انہیں کے واسطہ سے مل رہے ہیں''۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے آخری دور کی کتاب ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں لکھا ہے کہ آپ جواہر خمسہ کے مجاز تھے۔ الفاظ یہ ہیں:

''ایں فقیر خرقہ از شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ و ایشاں بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند''۔

اسی جواہر خمسہ کی دعائے سیفی میں نادعلی درج ہے۔ جس کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

ناد علیا مظهر العجائب
تجده عونا لك فی النوائب
كل هم و غم سینجلی
بولایتك یا علی یا علی

پکار علی کو جن سے عجائب ظاہر ہوتے ہیں۔ تو ان کو مصائب میں اپنا مددگار پائے گا۔ ہر رنج و غم ابھی دور ہو جاتا ہے۔ آپ کی مدد سے اے علی اے علی اے علی۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کلیات امدادیہ میں اشرفعلی تھانوی تعلیم الدین میں اور حسین احمد مدنی سلاسل طیبہ میں لکھتے ہیں:

''ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے''۔

ظفر علی خان نے لکھا کہ:

کچھ شیعوں ہی کے نہیں مشکل کشا علی
ہر رن میں نعرہ سنیوں کا بھی ہے یا علی

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

جب انہیں مولائے کل تسلیم کرتا ہے تو پھر
موت کیوں آتی ہے تجھ کو یا علی کہتے ہوئے

حضرت حسن رضا بریلوی نے کیا خوب کہا ہے:

کھلے لفظوں میں کہے قاضی شوکاں مدد دے
یا علی سن کے بگڑ جائے طبیعت تیری

سیدنا عبدالقادر گیلانی بحیثیت ولی

حضرت سیدنا عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ کے ولی اللہ ہونے پر تمام اہل حق کا اجماع ہے۔ ان کے پیر پیراں اور سید الاولیاء ہونے پر تمام اولیائے کرام کا اجماع ہے۔ اہل کشف کا قول وہ ہے جو حضرت مجدد الف ثانی کے کلام میں اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی سیف المسلول میں درج ہے کہ ائمہ اہل بیت کے بعد سے لے کر ظہور امام تک کا درمیانی عرصہ روحانی اقتدار غوثیت عظمیٰ اور قطبیت کبریٰ حضرت سیدنا عبدالقادر گیلانی کی روح پاک کے سپرد ہے۔ جس طرح عالم ظاہر میں فریاد رسی کے لیے تھانیدار، جج، وزیر، گورنر، وزیر اعظم، صدر وغیرہ ہوتے ہیں اسی طرح اہل نظر کا اجماع ہے کہ عالم باطن میں بھی اللہ تعالیٰ نے مختلف ارواح اولیاء کو ان کے مرتبہ و مقام اور ان کے دائرہ کار کے مطابق فریاد رسی کے مختلف عہدے سپرد فرمائے ہیں۔ اور سیدنا عبدالقادر گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان میں سے غوث اعظم (سب سے بڑا فریاد رس) مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ملا علی قاری نے نزہۃ الخاطر الفاتر میں، شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں، سلطان باہو نے ابیات میں اور ان کے علاوہ اکثر اولیاء اور علماء نے اپنے کلام میں آپ کو غوث اعظم (سب سے بڑا فریاد رس) تسلیم کیا اور بیان فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے مخالفین میں سے اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں، نذیر حسین دہلوی نے فتاویٰ نذیریہ میں، خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں، اشرفعلی تھانوی نے فتاویٰ اشرفیہ میں اور حسین علی واں بھچراں نے بلغۃ الحیران میں سیدنا عبدالقادر گیلانی کو غوث اعظم یا غوث الثقلین کے لفظوں سے یاد کیا ہے۔ گویا منکرین کے بزرگوں نے بھی مان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عبدالقادر گیلانی کی روح پاک کو غوث یعنی فریاد رس بنایا ہے، اور ان سے فریاد کی جا سکتی ہے۔ حضرت سیدنا عبدالقادر گیلانی کا فرمان ہے:

من استغاث بی فی کربة کشفت عنه و من نادی
باسمی فی شدة فرجت عنه۔

(جس نے فریاد کی مجھ سے تکلیف میں تو وہ تکلیف اس سے دور ہوئی
اور جس نے پکارا میرا نام بیچ سختی کے تو وہ سختی دور ہوئی اس سے)

حضرت کا یہ قول حضرت کے بیٹے شیخ عبدالرزاق نے اپنے بیٹے شیخ ابوصالح نصر کو اور انہوں نے علامہ محدث شطنوفی مصنف بہجۃ الاسرار کو بتایا جو کہ مصنف حصن حصین کے اور امام ذہبی کے استاد ہیں۔ بہجۃ الاسرار کی یہ روایت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری وغیرہ نے بھی بیان فرمائی ہے۔ شاہ ولی اللہ تو حاجت روائی کے لیے گیارہ سو بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی پڑھا کرتے تھے۔

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ)

شبہات مخالفین

ہمارے مخالفین کہتے ہیں کہ قریب والے زندہ شخص سے ماتحت الاسباب مدد مانگنا جائز اور توحید کے مطابق ہے مگر دور والے یا وفات یافتہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے کیونکہ یہ خدا سے خاص ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

ایاك نستعین

(ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) حدیث شریف میں ہے کہ:

اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ۔

(جب مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو)

اور قرآن پاک کی بکثرت آیات میں من دون اللہ کو پکارنے سے روکا گیا ہے۔ پھر جن کو تم مددگار مانتے ہو ان کی تو اپنی بھی بعض مشکلیں حل نہ ہوئی۔ تو تم ان سے کیسی مدد مانگتے ہو؟

جواباً عرض ہے کہ:

(۱) جب تم بھی مانتے ہو کہ قریب والے زندہ شخص سے ماتحت الاسباب مدد مانگنا جائز اور توحید کے مطابق ہے تو ایک طرح کی استمداد تو تم بھی کرتے ہو، تو وہ تمام

آیات و احادیث جو بظاہر ہمارے خلاف ہیں وہ تمہارے بھی خلاف ہیں۔ کیونکہ تمہاری دلیلیں عام ہیں مگر تمہارا دعویٰ خاص ہے۔ دعویٰ میں دور والا یا وفات یافتہ اور مافوق الاسباب کی قیدیں لگی ہوئی ہیں، جب کہ دلائل میں یہ قیدیں موجود نہیں۔ دعویٰ خاص ہے دلیل عام ہے تو تقریب تام نہ ہوئی، اور ہمیں مشرک کہنے کے شوق میں اپنے آپ کو مشرک کہہ بیٹھے۔ ملاحظہ ہو:

تجھ سوا مانگے جو غیروں سے مدد
فی الحقیقت ہے وہی مشرک اشد

۲۔ تمہارا یہ کہنا کہ دور والے یا وفات یافتہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے، کیونکہ یہ خدا سے خاص ہے۔ یہ بھی بہت بڑی جہالت اور ظلم ہے کیونکہ خدا نہ تو دور والا ہے نہ ہی وفات یافتہ ہے، اور نہ ہی ماتحت الاسباب مدد (جوتے کا تسمہ۔ نمک وغیرہ) مانگنا اس سے ممنوع ہے۔ اور کرامت اور معجزہ بھی تو مافوق الاسباب ہی ہوتے ہیں اور ان کو نبی اور ولی سے ہی طلب کیا جاتا ہے، تو پھر دور والے یا وفات یافتہ سے مافوق الاسباب مدد مانگنے کو خدا کے ساتھ خاص قرار دینا اور غیر خدا سے ایسی مدد طلب کرنے کو شرک کہنا کس قاعدہ کی رو سے درست ہے؟

۳۔ مزے کی بات یہ ہے کہ قریب اور دور کے الفاظ اضافی مفہوم رکھتے ہیں مثلاً ملتان دور ہے مدینہ پاک سے، بہ نسبت تہران کے، اور ملتان قریب ہے مدینہ پاک سے بہ نسبت دہلی کے۔ تو قریب اور دور کے غیر واضح الفاظ کی بجائے دلیل شرعی سے کوئی حد فاصل متعین کرو جس سے کم فاصلے کو قریب اور زائد فاصلے کو دور سے تعبیر کر سکو۔

۴۔ منکرین استعانت بھی مانتے ہیں کہ وفات یافتہ افراد کی ارواح زندہ ہیں اور کئی احادیث میں آیا ہے مسلمان اموات کی زندہ ارواح اپنے سلام کرنے والوں کو جواباً سلام لوٹاتی ہیں (شرح الصدور۔ امام سیوطی) اور ظاہر ہے کہ سلام ایک دعائیہ جملہ ہے اور اہل اسلام کی ارواح علیین میں ہوتے ہوئے زائر قبر کا یہ دعائیہ جملہ سنتی ہیں اور زائر قبر کے لیے یہ دعائیہ جملہ کہتی ہیں۔ تو ارواح مسلمین کی دعائیہ مدد کا انکار کرنا کیونکر درست ہوگا لیکن مذہبی مادہ پرست ارواح مسلمین سے اتنی سی امید بھی نہیں

رکھتے۔ (الممتحنۃ:۱۳) اور قریب و دور کے الفاظ بھی یہاں اپنا وزن کھو بیٹھے کیونکہ علیین میں موجود روح کا جتنا فاصلہ زائر و قبر سے ہے اتنا ہی غیر زائر مدد خواہ سے ہے۔

۵۔ ماتحت الاسباب مدد اور مافوق الاسباب مدد کی خانہ ساز تقسیم میں ہمارے مخالفین نے ماضی کے مشرکین کی پیروی کی ہے جو خشکی میں ماتحت الاسباب مدد اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور دریائی اور سمندری سفر میں مافوق الاسباب مدد صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے قائل تھے۔ (العنکبوت:۶۵)۔ ورنہ مسلمانوں کے نزدیک تو حقیقی مدد صرف خدا سے ہی مانگی جائے اگرچہ جوتے کا تسمہ اور نمک تک جیسی ماتحت الاسباب اشیاء کیوں نہ ہوں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ) تاہم نبی ولی کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا آئینہ سمجھتے ہوئے مافوق الاسباب مدد بھی ان سے مانگی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے امتی ولی اللہ آصف بن برخیا سے مافوق الاسباب مدد لے کر تخت بلقیس منگوایا۔ (النمل:۳۸)

۶)۔ جس طرح ہم ظاہری دنیاوی مددگار کے پاس مدد لینے جاتے ہیں اور مدد مانگنے پر پتا چلتا ہے کہ اس وقت اس کا ہاتھ خالی ہے اور جواب میں صرف دعائے خیر ملتی ہے۔ اور اس بات کو کوئی احمق آدمی بھی شرک نہیں سمجھتا۔ اسی طرح ہم جن اللہ والوں سے مدد مانگتے ہیں تو انہیں اللہ سے بے نیاز یا اللہ کے مقابل مددگار نہیں مانتے، بلکہ اللہ کی عطا سے اللہ کے اذن سے اللہ کی طرف سے مددگار (مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا) مانتے ہیں۔ اور ان کو اللہ کی مدد کا آئینہ واسطہ و وسیلہ مانتے ہیں۔ ہم ان کو اسی درجہ کا مددگار مانتے ہیں جس درجہ کا مددگار آئینہ اور وسیلہ ہو سکتا ہے۔ ہم کسی بھی مخلوق کو مستقل مددگار نہیں مانتے۔

۷۔ من دون اللہ کو پکارنا تب شرک ہے جب معبود یا حقیقی مددگار یا مستقل مددگار مان کر پکارا جائے۔ مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا مان کر یعنی اللہ کی طرف سے مددگار مان کر استمداد کرنا قطعاً و یقیناً جائز ہے اور توحید کے مطابق ہے۔

۸۔ اہل مشاہدہ تو ہر آئینے میں اصلی سورج کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی سے ہی روشنی لے رہے ہیں اگرچہ بظاہر آئینہ مددگار اور روشنی دینے والا ہوتا ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں ہے کہ:

اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَ اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ

یعنی اللہ کو یاد کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا (جدھر بھی دیکھے گا) اور جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کرنا اور جب تو مدد لے تو اللہ سے مدد لینا۔ اسی طرح ایاک نستعین میں ہے کہ ہم تجھ ہی سے تیرا مشاہدہ و معاینہ کرنے والی عین (آنکھ) مانگتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی) تا کہ تیری عبادت کرتے وقت اول درجۂ احسان ہمیں حاصل ہو۔ نیز جب ہر آئینہ میں تو حقیقی سورج ہی نظر آئے گا تو ہم عقیدہ کو مشاہدہ کا درجہ دیتے ہوئے ہر آئینہ سے تیری ہی روشنی و مدد لے سکیں گے۔ اللہ والے جن کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے دراصل وہ صاف و شفاف آئینے ہیں جن میں حقیقی سورج کے جلوے اور کمالات نمایاں نظر آتے ہیں جب کہ کفار و مشرکین اور فاسقین ناقص آئینے ہیں۔ اسی لیے احادیث میں آیا ہے کہ ''صالحین سے سوال کرو'' (مشکوٰۃ) یا نیک چہروں سے خیر طلب کرو (جامع صغیر، سیوطی)۔ نیز یہ بھی آیا ہے کہ ہم مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (ابوداؤد) لیکن مذہبی مادہ پرستوں کا حال یہ ہے کہ کفار و مشرکین اور فاسقین سے صبح و شام مدد اور چندہ مانگتے ہیں۔ اور اہل اللہ سے روحانی امداد لینے کے منکر ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ:

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

(البقرۃ:۲۷۰، آل عمران:۱۹۲، المائدہ:۷۲)

یعنی ظالموں کے لیے ''اللہ والے مددگار'' ہی نہیں ہیں۔

یہاں آخر پر برصغیر کے نامور محدث شاہ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ۔ ۱۰۵۲ھ) کا یہ قول پیش کرنے کو جی چاہتا ہے:۔

''کلام دریں مقام بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ در قرب ایں زماں فرقۂ پیدا شدہ اند کہ منکر اند از استمداد و استعانت را از اولیائے خدا۔ و متوجہان بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدہ اصنام می دانند و گویند آنچہ می گویند'' (اشعۃ اللمعات ۴/۴۰۲۔۴۰۱)

کلام اس جگہ طول پکڑ گیا منکروں کو رگڑنے کے لیے کیونکہ قریب

زمانہ میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے کہ جو اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کا منکر ہے، اور ان کی طرف متوجہ ہونے والوں کو خدا کا شریک ٹھہرانے والے اور بتوں کے پجاری جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں۔

سنیو ان سے مدد مانگنے جاؤ
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

رضا بریلوی

ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی

۶ ررجب المرجب ۱۴۲۵ھ
بموقع عرس مبارک حضرت خواجہ خواجگان
معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت مولانا حافظ

سید احمد علی شاہ چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم کتاب ''الشفاء'' کے مختصر حالات

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری

حضرت مولانا مولوی حافظ سید احمد علی شاہ حنفی چشتی نظامی مرحوم و مغفور بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) سے لاہور آ گئے تھے۔ اور پھر یہیں باقی تمام زندگی درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور ترجمہ و تالیف میں گزار دی۔ آپ نہایت بلند پایہ عالم دین، متقی اور مستغنی المزاج بزرگ تھے۔

آپ عرصہ تک اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۱۷ء میں بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب مقرر ہوئے اور آخیر زندگی تک اس خدمت کو سرانجام دیتے رہے۔ مسجد حنفیہ محلّہ کشمیری سادھواں میں ''مدرسہ غوثیہ'' تھا۔ آپ اس میں بعد نماز عصر صحیح مسلم شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ اور ہر قمری مہینے کی بارہ تاریخ کو اسی مسجد میں میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر آپ کا وعظ ہوا کرتا تھا۔ حضرت پیر عبدالغفار شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) بانی مدرسہ غوثیہ، مولانا سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر آپ کی دستار بندی کرتے تھے۔ حضرت پیر صاحب موصوف کے بھتیجے پیر عبداللہ شاہ صاحب مولوی فاضل، منشی فاضل مولانا مرحوم و مغفور کے شاگرد ہیں۔

تصنیفات

مولانا احمد علی صاحب نے متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مگر اس وقت ہمیں صرف تین کا علم ہو سکا، اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ مطابق عقائد حنفیہ

۲۔ اردو ترجمہ حق نما یعنی راہ ہدیٰ، مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ علیہ الرحمۃ

۳۔ سرور الخاطر الفاتر فی نداء یا شیخ عبد القادر۔ یہ کتاب حضرت پیر عبد الغفار شاہ علیہ الرحمۃ کے ایما پر لکھی تھی۔ اور پیر صاحب نے ہی شائع کرائی تھی۔

۳۔ کتاب ''خروس جیلاں'' کا جواب۔ مرزا احمد علی شیعہ مولوی نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو غیر سید ثابت کرنے کے لیے اس بیہودہ نام سے ایک کتاب شائع کی تھی۔ اراکین دائرۃ الاصلاح لاہور نے مولانا احمد علی شاہ مرحوم کو اس کا رد لکھنے کے لیے کہا تو آپ نے ایک مبسوط کتاب لکھی، جو بوجوہ شائع نہ ہو سکی۔ کچھ عرصہ بعد اس کا مسودہ حضرت پیر غلام دستگیر نامی مدظلہ تعالیٰ (افسوس کہ ۷ رجب ۱۳۸۱ھ کو حضرت نامی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ نے حضرت پیر سید خورشید حسن صاحب روال شریف والوں کو دلا دیا۔ اور انہوں نے اس کو قسط وار اپنے رسالہ میں نارووال سے شائع کیا۔ (تاریخ جلیلہ طبع دوم صفحہ ۸۹)

تراجم

حضرت مولانا مرحوم نے حسب ذیل عربی کتابوں کو اردو زبان کا جامہ پہنایا:۔

۱۔ الشفاء بہ تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، تصنیف قاضی عیاض علیہ الرحمۃ

۲۔ بہجۃ الاسرار و معدن الاسرار، تصنیف نور الدین ابی الحسن بن یوسف شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب کا ترجمہ زہرۃ الابرار تذکرۂ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے۔

۳۔ مشکوٰۃ انوار۔ مصنفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ نفحات الانس: تالیف حضرت مولانا نور الدین عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ تحفۃ القلوب و ہدیہ الارواح (فارسی) مصنفہ حضرت خواجہ شیخ عثمان نقشبندی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

وفات

حضرت مولانا احمد علی حنفی چشتی نظامی ۱۹۲۶ء میں واصل بحق ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی سید دیدار علی شاہ الوری ثم لاہوری (متوفیٰ ۱۳۵۴ھ) نے پڑھائی اور لاہور ہی میں مدفون ہوئے۔

(برد اللہ مضجعہ)

محمد موسیٰ عفی عنہ

جمعہ ۲۲ رجمادی الثانی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

☆ پروفیسر حافظ سید احمد علی بٹالوی گولڑوی کے یہ حالات زندگی کتاب ''الشفاء'' مطبوعہ فرید بک سٹال۔ اردو بازار، لاہور، سے لیے گئے ہیں۔

کیا غم مری مدد پہ اگر غوث پاک ہیں
اللہ بھی ادھر ہے جدھر غوث پاک ہیں
حامی مرے، شفیق مرے، داد رس مرے
ہیں اس طرف رسول ادھر غوث پاک ہیں
مجھ کو نہیں سفید و سیہ سے جہاں میں کام
میری نظر میں شام و سحر غوث پاک ہیں
اس نام سے کلیجے میں ٹھنڈک نہ کیوں پڑے
مرہم برائے زخمِ جگر غوث پاک ہیں
کر دیں گے ڈوبتی ہوئی کشتی کو دم بھر میں پار
باندھے مری مدد پہ کمر غوث پاک ہیں
شمس و قمر سماتے نہیں ہیں نگاہ میں
آنکھوں کو جب سے مد نظر غوث پاک ہیں
پروا نہیں جو کوئی نہیں قدر داں امیر
صد شکر قدر دانِ ہنر غوث پاک ہیں

امیر مینائی

الحمد لولیه و الصلوٰة و السلام علی نبیه محمد وآله و صحبه۔ أما بعد!

کمترین خاکپائے درویشاں، زلہ ربائے عالماں، عاصی احمد علی عفا عنہ الولی حنفی چشتی قادری بٹالوی ثم لاہوری عرض پرداز ہے کہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے وجود و عدم میں اسباب سے وابستہ ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا۔ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے، پکڑنے کے لئے ہاتھ سے، لکھنے کے لئے قلم سے، دیکھنے کے لئے آنکھ سے، سننے کے لئے کان سے، سونگھنے کے لئے ناک سے، چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں۔ دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیا داروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے، کہیں بزرگان دین سے دعا سے مدد لی جاتی ہے، اور ان سب امور کو نہ کوئی شرک کہتا ہے، نہ گناہ۔ بلکہ سب اس کے عامل ہیں، مگر تعجب ہے کہ اگر ایسی استمداد کسی بزرگ سے غائبانہ بحالت حیات یا بعد از ممات کی جائے تو اس کو شرک کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر متعصبین مبتدعین زمانہ اپنے اکابر کی اندھی تقلید کی وجہ سے بزرگان دین اور اولیاء کاملین سے غائبانہ حیات کی حالت میں اور ممات کی صورت میں حاضرانہ و غائبانہ مدد مانگنے اور خصوصاً وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ پڑھنے کو شرک کہتے ہیں اور عام مسلمانوں کو سختی سے روکتے ہیں۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز کہتے ہیں جس ان کے عقاید میں فرق آتا ہے، اور وہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور راہ راست سے بہک جاتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ کبار سے لے کر سلف و خلف تک اکابر مشائخ و علماء کبار استمداد مذکور کے قائل چلے آئے ہیں۔ اس بارہ میں اگرچہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے رسائل عمدہ عمدہ لکھے ہیں اور دندان شکن جواب دیئے ہیں، مگر ہر گلے را رنگ و بوئے

دیگر ست، احقر نے بھی اس میں ایک رسالہ لکھا ہے جو کہ کئی اجزاء میں ہے۔ مگر حسب ایماء مکرمی و معظمی خادم وحامی درود شریف پیر عبدالغفار صاحب مہتمم مدرسہ غوثیہ عالیہ لاہور مسجد، سادھواں، عم فیضھم ناظم مدرسہ اسلامیہ امام مسجد سادھواں لاہور بالفعل مسئلہ یا شیخ کی نسبت مختصر طور پر چند اوراق میں لکھا گیا۔ امید ہے کہ جو حضرات اس سے فائدہ اٹھائیں احقر کو دعا خیر سے یاد فرمائیں۔ عربی عبارت پر اعراب لگایا گیا اور ترجمہ کیا گیا۔ فارسی عبارت کا ترجمہ درج کر دیا تا کہ عام فہم ہو۔ **و باللہ التوفیق۔**

واضح ہو کہ بزرگان دین سے بالخصوص ان اولیائے کرام سے جن کا تصرف مشہور ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کے جمہور علماء کے نزدیک استمداد جائز بلکہ معمول بہ ہے۔ علی ھذا وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا پڑھنا بھی جائز اور مشائخ قادریہ وغیرہ کا معمول بہا ہے۔ اس میں ان امور کی تنقیح وتوضیح ضروری ہے۔

۱۔ کیا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ ہو سکتا ہے اور بحق فلاں کہنا جائز ہے؟

۲۔ کیا اولیاء اللہ دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں؟

۳۔ سننے کی صورت میں مدد کر سکتے ہیں؟

۴۔ زندگی اور ممات کی دونوں حالتیں یکساں ہیں۔ سو ان کا جواب اثبات میں ہے اور اس پر دلائل شرعیہ نقلیہ تحقیقیہ الزامیہ فلسفیہ عقلیہ موجود ہیں جن کا مختصر طور پر ذکر کرتے ہیں۔ **وھو الموفق۔**

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾

یعنی اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کو وسیلہ کی تلاش کرو۔ ہم اس کی تفسیر ایک ایسے عالم سے لکھتے ہیں کہ جس کو منکرین مانتے ہیں۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب منصب امامت میں لکھتے ہیں۔ وسیلہ سے وہ شخص مراد ہے کہ مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو انتہی۔ سو وہ نہیں مگر ذوات قدسیہ انبیاء علیہم السلام و

اولیاء کرام رضی اللہ عنہم۔

دوسری دلیل

﴿فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾۔۔(البقرۃ:۳۷)

یعنی پس آدم ۔۔ نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھے پھر اس کی طرف رجوع کیا (مہربانی کی) کیونکہ وہ بلا شبہہ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔

اس کی تفسیر حدیث میں ہے۔ درمنثور میں ہے:

أخرج ابن النجار عن ابن عباس قال:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْكَلِمَاتِ الَّتِيْ تَلَقَّاهَا آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ فَتَابَ عَلَيْهِ.

قال سأل بحق محمد و علي و فاطمة و الحسن أن تبت علي فتاب عليه.

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ سے مروی ہے کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سے کلمات اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتلائے تھے کہ وہ ان کے حال کی طرف متوجہ ہوئے اور توبہ قبول کی؟

فرمایا: کہ یہ سوال کیا تھا کہ بحق محمد ﷺ اور علی و فاطمۃ و حسن (رضی اللہ عنہم) میری توبہ قبول کر۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔۔ انتہی

دوسری حدیث دیلمی نے مسند فردوس میں لکھی ہے، اس میں بھی یہی مضمون ہے۔ بہر حال اس حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ بلکہ آپ کی آل پاک کے ساتھ بھی جو کہ اولیاء اللہ تھے، توسل جائز بلکہ موجب کامیابی مقاصد ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات سکھائے۔

علیٰ ہذا طبرانی اور حاکم، ابونعیم و بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔

تیسری دلیل

حدیث قدسی میں ہے:

عن أبي هريرة قال:

قال رسول الله ﷺ

ان الله تعلیٰ قال من عادیٰ لي وليا فقد أذنته بالحرب، و ما تقرب الي عبدي بشئ أحب الي مما افترضت عيه ، و ما يزال عبدي يتقرب الي بالنوافل حتى أحببته فاذا أحببته فكنت سمعه الذي يسمع به و بصره الذي يبصر به و يده التي يبطش بها و رجله التي يمشي بها، و ان سألني لأعطينه... الى أخر الحديث. رواه البخاری. كذا في مشكوة

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ مجھ سے جنگ کرے۔ اور میرے بندہ نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتی کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں۔ اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔۔ آخر تک حدیث۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ اسی طرح مشکوٰۃ میں ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ قرب فرائض

اور قرب نوافل کے مدارج طے کر لیتا ہے تو وہ خدا کا دوست بن جاتا ہے، جس کو ولی کہتے ہیں تو پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کے کان خدائی کان بن جاتے ہیں یعنی اس کی قوت سامعہ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ خدا کی قوت سامعہ کا مظہر ہو جاتی ہے، جس طرح خدا کی سمع قریب وبعید سب جگہ سے سنتی ہے اسی طرح ولی کی قوت سامعہ قریب وبعید سے برابر سنتی ہے۔ اس کی آنکھ میں وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس کو خدائی آنکھ کہہ سکتے ہیں یعنی دور ونزدیک سے دیکھتی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں وہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ خدائی ہاتھ ہو جاتے ہیں یعنی دور ونزدیک سے جس چیز کو چاہے پکڑ لیتا ہے۔ اس کے پاؤں خدائی پاؤں بن جاتے ہیں یعنی جہاں چاہے ایک ہی آن میں پہنچ سکتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے:

و فؤاده الذي يعقل به و لسانه الذي يتكلم به

یعنی اس کا دل میں بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے۔ اس کی زبان میری زبان بن جاتی ہے جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

مطلب یہ کہ اس کے دل میں وہی باتیں آتی ہیں جو خدا کے ارادہ میں ہوتی ہیں۔ اور اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو کہ خدا کی باتیں ہوتی ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب یہ امر ثابت ہوا تو اب اگر کوئی شخص ایسے ولی کو پکارے جو اس صفت سے موصوف ہے تو بالضرور وہ دور سے سن لے گا اور دیکھے گا۔ اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ اس کی تصدیق ہزار واقعات سے ہوتی ہے کہ وہ ایک آن میں دور دور مقامات سے سنتے اور دیکھتے اور مدد کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل

عن عثمان بن حنیف ..
أن رجلا كان يختلف على عثمان بن عفان .. في حاجة له فكان لا يلتفت اليه و لا ينظر في حاجته، فلقي ابن حنيف فشكا ذلك اليه فقال عثمان ابن حنيف ايت الميضاة فتوضا ثم أئت المسجد فصل فيه ركعتين، ثم قل اللهم اني أسئلك و أتوجه اليك بنبينا محمد ﷺ نبي الرحمة، يا محمد! اني اتوجه بك الىٰ ربي ليقضى حاجتي و تذكر حاجتك فانطلق الرجل، فصنع ما قال ثم أتىٰ باب عثمان بن عفان فجاء ه البواب حتىٰ أخذ بيده فأدخله على عثمان فأجلسه معه على الطنفسة فقال ما حاجتك؟ فذكر حاجته و قضاها له ثم قال ما ذكرت حاجتك حتى كان الساعة و قال ما كانت لك من حاجة فاذكرها، ثم ان الرجل خرج من عنده فلقي ابن حنيف فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر في حاجتي و لا يلتفت حاجتى الى فكلمته في فقال ابن حنيف .. و الله ما كلمته و لكني شهدت رسول الله ﷺ و أتاه ضرير فشكىٰ اليه ذهاب بصره فقال له النبي ﷺ أو تصبر ، فقال يا رسول الله ! ليس لي قائد و قد شق عليّ ، فقال له النبي ﷺ ايت الميضاة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات فقال ابن حنيف فوالله ما تفرقنا و طال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كأنه لم يكن به صر قط رواه البيهقي و الطبراني في الكبير بطرق متعددة.. انتہی

یعنی عثمان بن حنیف ـ ـ سے مروی ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان ـ ـ کی خدمت میں کسی ضرورت کے لئے آیا کرتا تھا،مگر آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے اور نہ غور کرتے تھے، پھر وہ ابن

حنیف (یعنی مجھ) سے ملا اور اس امر کی شکایت کی اس کو عثمان بن حنیف نے کہا کہ تو وضوخانہ میں جا اور وضو کر، پھر مسجد میں جا دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا مانگ کہ خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف بوسیلہ ہمارے نبی ﷺ نبی رحمت کے توجہ کرتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری کی جائے اور اپنی حاجت کو بیان کر تب وہ شخص چلا گیا اور جوانہوں نے فرمایا تھا اسی طرح کیا۔ پھر عثمان بن عفان کے دروازہ پر گیا، آپ کا دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ان کی خدمت میں لے گیا، آپ نے اس کو اپنے ساتھ فرش پر بٹھالیا اور فرمایا تمہارا کیا کام ہے۔ اس نے اپنا کام بتلایا آپ نے وہ پورا کر دیا اور فرمایا کہ میں تمہارے کام کو بھول گیا تھا اسی وقت یاد آیا اور آئندہ جو تمہاری ضرورت ہوا کرے بیان کیا کرو پھر وہ شخص آپ کے پاس سے نکلا اور ابن حنیف سے ملا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے وہ تو میری ضرورت کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔حتی کہ آپ نے میرے بارہ میں سفارش کی۔ ابن حنیف نے فرمایا کہ واللہ میں نے تو ان سے کوئی بات نہیں کی لیکن میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا اتنے میں ایک نابینا حاضرا اس نے اپنی آنکھوں کے نابینا ہونے کی شکایت کی نبی ﷺ نے اس کو فرمایا (یہی چاہیے) یا کہ صبر کرتا ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی مجھ کو لے جانے والا نہیں اس لئے مجھے بڑی مشکل ہے تب نبی ﷺ نے فرمایا کہ وضو کے مقام پر جا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا مانگ (جس کا اوپر ذکر ہوا) ابن حنیف فرماتے ہیں کہ واللہ ہم (وہاں سے ابھی) الگ نہ ہوئے تھے اور نہ دیر تک ہمیں باتیں کرتے ہوا کہ اتنے میں وہ

نابینا ہمارے پاس اس طرح آیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ تھی یعنی وہ بینا ہو گیا۔ اس کو بیہقی اور طبرانی نے کبیر میں مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ایک تو توسل آنحضرت ﷺ سے آپ کے حین حیات ثابت ہوا جو بلفظ یا محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) ہے۔ دوم حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ایک صحابی نے دوسرے شخص کو یہی دعا سکھائی اور صحابی نے اس کو قضائے حاجت کے لئے مجرب پایا۔ اسی لئے محدثین نے اس حدیث کو قضائے حاجت میں بیان کیا ہے اور حصن حصین میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

پانچویں دلیل

شفاء قاضی عیاض میں ہے:

روي ابن عمر ؓ خدرت رجله فقيل له اذكر أحب الناس اليك يزل عنك فصاح يا محمداه فانتشرت انتهىٰ.

یعنی ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا ان سے کہا گیا کہ آپ ایسے شخص کو یاد کریں جو کہ لوگوں میں آپ کے نزدیک بڑھ کر محبوب ہے تو یہ مرض جاتا رہے گا۔ آپ چلائے اور کہا: یا محمداہ! پھر ان کا پاؤں کھل گیا انتہی۔

اس پر ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و كأنه ؓ قصد اظهار المحبة في ضمن الاستغاثة انتهى۔

یعنی گویا کہ ابن عمر ؓ نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کیا۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء میں لکھتے ہیں:

و قد روي مثله لابن عباس و ذكره النووي في أذكاره و روي أيضاً عن غيرهما و هذه مما تعاهد أهل المدينة... انتهىٰ

یعنی اور اسی طرح ابن عباس۔۔ سے روایت کی گئی ہے اس کو امام نووی نے اذکار میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں کے سوا بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور وہ استغاثہ ہے

کہ جس کے مدینہ شریف کے لوگ عادی ہیں۔

چھٹی دلیل

بعض صحابہ کرام۔۔ کا دستور تھا کہ وہ عین لڑائی کے وقت یوں پکارا کرتے تھے۔ یا محمد یا محمد۔ چنانچہ فتوح الشام میں کعب بن حمزہ ؓ سے منقول ہے کہ وہ عین لڑائی کے وقت یوں کہتے تھے: **يا محمد يا محمديا نصر الله انزل۔يا محمد يا محمد !** (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) اے خدا کی مدد نازل ہو۔ صحابہ کبار کے بعد ہر طبقہ کے افراد سے استغاثہ بجناب مصطفوی ﷺ بکثرت ثابت ہے۔ بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

ساتویں دلیل

شیخ عبد الحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن خستہ ہو گیا تھا۔ مدینہ شریف میں آیا اور روضہ شریف پر حاضر ہو کر آنحضرت ﷺ اور آپ کے صاحبین پر سلام عرض کیا اور سو گیا۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں احمد آئے ہو، کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھوکا ہوں اور میں آپ کا مہمان ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاتھ کھولو۔ میں کھولا تو چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ جب میں جاگا تو وہ درہم میرے ہاتھ میں تھے۔ بازار کو گیا، روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر پھر جنگل کو چلا گیا۔ اس قسم کی چند حکایات لکھی ہیں۔

آٹھویں دلیل

شیخ ابن قیم نے جو کہ شیخ ابن تیمیہ کا شاگرد ہے (اور منکرین ان ہر دو کو بڑا مستند سمجھتے ہیں) اپنی کتاب الکبائر فی السنۃ والبدعۃ میں بدعت رفض میں دمشقی سے بڑے افتخار کے ساتھ روایت کی ہے۔ شیخ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے، ایک روز رباعی لے کر آٹا خریدنے گئے۔ بنیے نے رباعی لے کر کہا کہ شیخین پر لعنت کرے گا تو آٹا دوں گا۔ میں نے کہا یہ تو نہ ہوگا۔ اس نے کئی بار ایسا ہی کہا اور ہنستا رہا۔ میں نے کہا خدا اس پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اس پر اس نے میری آنکھ پر

ایسا گھونسا مارکہ آنکھیں بہہ کر رخسار پر آ گئیں۔ یہ کیفیت میں نے ایک دوست سے کہی۔ پھر حجرہ مبارک کے سامنے گیا اور عرض کی:

یارسول اللہ! میں مظلوم ہوں، فریادی آیا ہوں، میرے درد کو پہنچئے۔ رات کو سو گیا۔ صبح کو اٹھا تو دونوں آنکھیں درست تھیں۔

پھر دوسرے سال جو اس مقام پر پہنچا تو وہ بنیا مجھے دیکھ کر مع جورو بچوں کے ایمان لایا۔ انتہی

نانویں دلیل

شیخ شرف الدین محمد بن سعید بوصیری۔۔ کی نسبت بعض شراح قصیدہ بردہ نے لکھا ہے کہ بوصیری پر اتفاقاً جنگل میں فالج گرا۔ ان کے پاس اس وقت کوئی رفیق نہ تھا۔ تب شیخ نے اسی حالت میں یہ قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے:

يـا أكـرم الـخـلـق مـا لـي من ألوذ بـه
سـواك عـنـد حـلـول الـحـادث الـعـمـم

یعنی اے بزرگ ترین مخلوق کے میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کون ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔ جب حضور ﷺ سے استغاثہ کیا اور قصیدہ ختم ہوا تو سو گئے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں اور ان کے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے ہیں۔ جب جاگے تو اپنے آپ کو تندرست پایا۔

دسویں دلیل

درود مستغاث جس کو تمام اہل سلسلہ کے مشائخ خود پڑھتے ہیں اور مریدین کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں، اس میں بار بار آنحضرت ﷺ کی نسبت المستغاث الی حضرة الله تعالیٰ ہے اور ایک مقام پر أغثنا يا رسول الثقلين أنت حق منيب الله ہے، جو تین دفعہ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی اے رسول جن وانس آپ ہماری فریاد رسی کریں۔ آپ سچے خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

اب ہم بعض ان علماء سے استناد کرتے ہیں جو کہ منکرین کے مستند اور مسلم ہیں اور یہ الزامی دلائل ہیں:

دلیل اول

مولوی محمد قاسم صاحب ناظم مدرسہ دیوبند مرحوم جن کو قاسم العلوم اور بڑے بڑے القاب دیئے جاتے ہیں۔ اور فی الواقع مخالفین اسلام کے لیے ایک زبردست اسلامی طاقت ثابت ہوئے تھے، (۱) وہ اپنے قصائد قاسمیہ مطبوعہ مراد آباد کے صفحہ ۸ میں آنحضرت ﷺ سے یوں استمداد کرتے ہیں:

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی
تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام
کرے گا یا نبی اللہ کیا میری یہ پکار
مدد کر اے کرم احمدی کے تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

ذرا آخری شعر کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیا کہہ رہے ہیں؟

دلیل دوم

جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ جو کہ مولوی قاسم صاحب و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی اشرف علی صاحب وغیرہم، دیوبندی علماء کے بالخصوص پیرو مرشد ہیں، جن کی بے حد تعریف کرتے ہیں، وہ جب ہندوستان واپس آئے تھے تو انہوں نے ایک قصیدہ آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں یوں عرض کیا تھا:

۱۔ ان الفاظ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولانا احمد علی بٹالوی علیہ الرحمۃ، قاسم نانوتوی کے تکفیر کے قائل نہ تھے، ان سے متعلق عرض ہے کہ بعض وہ حضرات جن کے زمانے میں اگرچہ وہ عبارات شائع ہو چکی تھیں مگر ان کی نظر سے نہیں گزریں، اس لیے انہوں نے تکفیر نہیں فرمائی، ہمارے مخالفین میں سے آج تک کوئی شخص اس امر کا ثبوت پیش نہیں کر سکا کہ فلاں مسلم بین الفریقین بزرگ کے سامنے علماء دیوبند کی عبارات متنازعہ فیہا پیش کی گئیں اور انہوں نے ان کو صحیح قرار دیا یا تکفیر سے سکوت اختیار فرمایا۔ علاوہ ازیں یہ کہ جن اکابر امت مسلم بین الفریقین کی عدم تکفیر کو اپنی برأت کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے، ممکن ہے کہ انہوں نے تکفیر فرمائی ہو اور وہ منقول نہ ہوئی ہو، کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ کسی کی کہی ہوئی ہر بات منقول ہو جائے، لہذا تکفیر کے باوجود عدم نقل کے احتمال نے مخالفین کے اس سہارے کو بھی ختم کر دیا۔" (ناشر)

اگر چہ ہوں نہ قابل واں کے پر امید ہے تم سے
کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ
پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں نا خدا ہو کر
میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
اگر چہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
بس اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

علاوہ اس کے دیگر علماء فضلاء وسلف وخلف سے استغاثہ آنحضرت ﷺ کی جناب میں بکثرت ثابت ہے، جس کا ذکر موجب طول ہوگا۔

جیسے مولانا جامی عرض کرتے ہیں:

ز مہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

وغیرہ وغیرہ

تیسری دلیل

مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی جو کہ دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے مستند امام و پیشوا ہیں، اپنے پیر و مرشد سید احمد صاحب مرحوم بریلوی کے حالات میں صراط مستقیم میں لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ایشاں (سید صاحب) کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ کی نسبت شروع سے حاصل تھی۔ قادریہ اور نقشبندیہ کی نسبت کا یوں بیان ہے کہ آنجناب (شاہ عبد العزیز محدث دہلوی) کی بیعت کی۔ برکت اور توجہات سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہما کی روحیں حضرت سید صاحب کے حال کی طرف متوجہ رہیں۔ قریباً ایک مہینہ تک دونوں مقدس روحوں کے درمیان کسی قدر تنازع رہا، کیونکہ ہر دو روحیں چاہتی تھیں کہ

سید صاحب کو اپنی طرف پورے طور پر کھینچیں، حتی کہ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس پر صلح ہوئی کہ دونوں مقدس روحیں ان پر ظاہر ہوئیں اور قریباً ایک پہر تک دونوں اماموں نے حضرت سید صاحب کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور زور آور تاثیر فرمائی حتی کہ ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت حضرت ایشاں (سید صاحب) کے حصہ میں آئی۔ انتہی۔

یہاں پر ہم منکرین سے دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دیکھئے، آپ کے مستند عالم بھی حضرت محبوب سبحانی کو غوث الثقلین لکھتے ہیں۔ یعنی جنوں اور انسانوں کے فریاد رس۔ اور حضرت غوث رضی اللہ عنہ کے انتقال کے زمانہ دراز کے بعد بھی ان کا یہ لقب برقرار رکھنا اس امر پر حجت قاطعہ ہے کہ آپ اس حالت میں بھی قریب و بعید سے لوگوں کی فریادیں سنتے اور مدد کرتے ہیں۔ ورنہ یہ لقب بے معنی ہوگا۔ چنانچہ یہ واقع خود اس پر شاہد عدل ہے۔

اب فرمایئے کہ حضرت غوث الاعظم اور خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کیونکر معلوم ہوگیا کہ بریلی میں ایک بزرگ سید احمد نام کے ہیں چلو ان کو جا کر باطنی فیض دیں؟ دو صورتیں ہیں یا تو سید صاحب نے خود فریاد کی اور توجہ چاہی اور ظاہر یہی ہے جیسا کہ دوسری نسبت چشتیہ کی روایت سے ظاہر ہے جو آتی ہے اور یا بدون توجہ اور فریاد کرنے کے یہ بات حاصل ہوئی۔

پہلی صورت میں مدعا حاصل ہے کہ سید صاحب نے ان دونوں حضرات سے فریاد کی، وہ بھی دور دراز مقام سے۔ اور دوسری صورت میں ان حضرات کا تصرف اور وسعت علم غیب و امداد ظاہر ہوتی ہے، اور یہ کہ ارواح کاملین کو نفوس قدسیہ کی طرف خود توجہ ہوتی ہے۔ اور پہلی صورت سے بھی بڑھ کر ہے۔ بہر حال امداد روحانی ثابت ہے۔ اور چشتیہ نسبت کا حصول اس طرح لکھا ہے کہ چشتیہ نسبت کا بیان یوں ہے کہ ایک دن حضرت ایشاں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مزار منور کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے مزار مبارک پر مراقب بیٹھے۔ اس اثنا میں آپ کی روح پر فتوح کی ملاقات ہوئی اور حضرت قطب صاحب نے حضرت ایشاں پر قوی توجہ فرمائی کہ جس سے نسبت چشتیہ ابتدائی حاصل ہوئی۔ انتہی

چوتھی دلیل

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی نے جواہر خمسہ کی اجازت اپنے استاد حدیث مولانا ابوطاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری سے لی۔ چنانچہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ:

اس فقیر نے شیخ ابوطاہر کردی سے خرقہ پہنا۔ انہوں نے ان تمام عملوں کی جو کہ جواہر خمسہ میں ہیں، اجازت دی۔ ان کو اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے اجازت ملی۔ ان کو شیخ احمد شناوی سے۔ ان کو سید صبغۃ اللہ سے، ان کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے، ان کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس خرقہ کو شیخ ابوطاہر نے شیخ احمد نخلی سے اپنی سند سے آخر تک بیان کیا۔ اور یہ بھی کہ فقیر حج کے سفر میں جب لاہور پہنچا اور شیخ محمد سعید کے ہاتھ چومنے کی نوبت آئی تو انہوں نے دعاء سیفی کی اجازت دی۔ بلکہ جواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی اور اپنی سند بیان کی اور یہ اس زمانہ میں طریقہ حسنیہ اور شطاریہ کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اور جب کسی کو اجازت دیتے تو اس کو دعوت میں رجعت نہ ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شیخ معمر ثقہ حاجی محمد سعید لاہوری فرماتے ہیں کہ میں نے طریقہ شاریہ اور اعمال جواہر خمسہ سیفی وغیرہ شیخ محمد اشرف لاہوری، انہوں نے شیخ عبدالملک بایزید ثانی سے، انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی سے، انہوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے لیا ہے۔ انتہی۔

یہ ہم نے اس لئے بیان کیا کہ جواہر خمسہ معتبر کتاب ہے اور شاہ ولی اللہ جیسے محدث اس کی اجازت لیتے ہیں۔

اب اس میں دیکھئے کیا لکھا ہے؟ ہم بتاتے ہیں:۔

نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھے وہ یہ ہے:

ناد علیا مظهر العجائب
تجده عونا لك في النوائب
كل هم و غم سينجلي
بولايتك يا علي يا علي يا علي

-----انتہی۔

یعنی" پکار علی ؓ کو جو کہ عجائب امور کے مظہر ہیں۔ تم ان کو مصیبتوں میں اپنے لئے مددگار پاؤ گے۔ ہر ایک فکر اور غم اے علی اے علی اے علی آپ کی ولایت کی برکت سے جاتا رہے گا"۔ کوئی ان منکرین سے پوچھے کہ یہ وظیفہ شرک ہے یا نہیں؟ ذرا سوچ کر جواب دیں۔

دلیل پنجم

اب ہم غیر مقلدین کے پیشوا، اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے قصیدہ عنبریہ میں آنحضرت ﷺ سے یوں استغاثہ کرتے ہیں:

مالي ورائك مستغاث فارحمن
يا رحمة للعالمين بكائي

یعنی میرے لئے حضور ﷺ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں ہے۔ پس اے رحمۃ للعالمین میرے رونے پر رحم فرمائیے۔

چھٹی دلیل

اور سنئے آنحضرت ﷺ سے اگر کوئی غیر مقلد بوجہ اشتیاق فریاد کرلے تو تعجب نہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ باوجود اولیاء کرام سے استغاثہ کے انکار کے قاضی شوکانی کے ایسے دلدادہ ہیں کہ ان کے مرنے کے مدت دراز بعد ان سے مدد مانگتے ہیں۔ چنانچہ دیوان فتح الطیب میں یہ فرماتے ہیں:

زمرۂ رائے در افتاد بار باب سنن
شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مدد دے

مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی کے جوابات سے تنگ آکر قاضی صاحب کے روح سے مدد مانگتے ہیں جو خود منکر مدد تھے۔ پھر ان سے مدد کی توقع معلوم۔

اس کے جواب مولانا لکھنوی موصوف ابراز الغی میں لکھتے ہیں:

فمن الذي حرم الاستمداد بالغوث الصمداني و الرسول الرباني و أحل الاستمداد بالشوكاني.

یعنی نواب موصوف پر اعتراض کرتے ہیں کہ جو شخص غوث صمدانی اور رسول

ربانی ؒ سے استمداد کو تو حرام جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال جانتا ہے وہ کون ہوا؟

ساتویں دلیل

اور سنئے یہی نواب صاحب تحفۃ النبلاء کے صفحہ ٣٧ میں اس حدیث کے ذیل میں جس کو طبرانی نے مرفوعاً آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ:

جب تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے یا کوئی مدد مانگنے کا ارادہ کرے جہاں کوئی غمخوار نہ ہو تو یوں کہے:

عباد اللہ أعینوني عباد اللہ أعینوني۔

یعنی اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔ اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔

یہ کہتے ہیں کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس کو مجرب پایا ہے۔

١٢٧٥ھ میں ایک دفعہ میں شہر مرزا پور سے جبل پور کے راستہ سے بھوپال کو آ رہا تھا۔ بارش کا موسم تھا، راستہ میں ایک سیلاب کے مقام پر پہنچا، ندی طغیانی پر تھی، میں نے اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہوگا اس میں گھوڑا ڈال دیا، گھوڑے کا ڈالنا تھا کہ اور سیلاب آ کر طغیانی شروع ہوئی، قریب تھا کہ ہم سب ڈوب جائیں، میں نے گھوڑے پر سے اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیا۔ پانی سواری کو بہالے گیا اور میں نے تین دفعہ بآواز بلند کہا: **یا عباد اللہ أعینوني۔**

میرا کہنا تھا کہ سواری ایک اونچے پتھر پر ٹھہر گئی۔ اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے عام فضل سے اس بلا سے نجات دی۔۔ انتہی۔

اس حکایت سے دو امر ثابت ہوئے:

ایک تو حدیث سے دلیل۔ دوم اس کا تجربہ۔ اور عباد اللہ یقیناً غیر اللہ ہیں۔

اب وہ خواہ ملائکہ ہوں یا رجال الغیب یا از قسم جن، بہر حال وہ منکرین کے زعم کے موافق حاضر ناظر نہیں، پھر وہ سب جگہ مدد کیسی کرتے ہیں۔

اب ہم یہاں پر بعض اولیاء کرام سے استمداد اور ان کا تصرف و مدد کرنا نقل کرتے ہیں۔ خصوصاً حضرت غوث الاعظم ؓ سے جن کو عام طور پر مسلمان یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہہ کر پکارتے ہیں۔

دلیل اول

بہجۃ الاسرار میں جو نہایت معتبر کتاب ہے، جس کو اکابر علماء محدثین نے مستند مانا ہے، جیسے شیخ شہاب الدین قسطلانی، امام عبداللہ یافعی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی و صاحب حصن حصین وغیرہم۔ اور اس کتاب کے مصنف علامہ امام اجل شیخ نور الدین لخمی شافعی کی نسبت سب نے یہ الفاظ لکھے ہیں:

الامام الفقیه العالم المقرئ

یعنی وہ امام فقیہ عالم قاری ہیں۔

اور اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے بطریق محدثانہ اس کی روایات کو درج کیا ہے۔ بلکہ کتب حدیث سے بڑھ کر اس میں اکثر یہ التزام کیا ہے کہ یہ روایت میں نے فلاں شہر فلاں سال فلاں تاریخ میں سنی ہے۔ جس سے کتب حدیث خالی ہیں۔ اس کے صفحہ ٦٧ میں ہے، عربی کا ترجمہ اختصار کے لئے لکھا جاتا ہے:

خبر دی ہم کو ابو العفاف موسیٰ بن شیخ عارف ابو المعالی عثمان بن موسیٰ بقاعی نے قاہرہ میں ٦٣٣ھ میں، کہا خبر دی ہم کو میرے باپ نے دمشق میں ٦١٤ھ میں، کہا خبر دی ہم کو دو شیخوں شیخ ابو عمر و عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی نے بغداد میں ٥٩٩ھ میں، ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنے شیخ شیخ محی الدین عبدالقادر ؓ کے سامنے مدرسہ میں بروز اتوار ٣ صفر ٥٥٥ھ میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ کھڑے ہوئے اور کھڑاؤں میں وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ جب سلام پھیر چکے تو سخت چلائے اور اپنی کھڑاؤں کو لے کر ہوا میں پھینک دیا۔ وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئی۔ پھر آپ دوبارہ چلائے اور دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئی، پھر آپ بیٹھ گئے، اور کسی کو آپ سے پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تئیس دن کے بعد بلاد عجم سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے، ہم نے حضرت سے اجازت مانگی تو فرمایا کہ ان لوگوں سے نذر لے لو۔ انہوں نے ایک سیر ریشم اور ریشمی کپڑے اور سونا اور شیخ کی وہ کھڑائیں جو آپ نے اس روز پھینکی تھیں لا کر دے دیں۔

ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بروز اتوار ٣ صفر کو چلے جا رہے تھے کہ اتنے میں ہم پر عرب لے لوگ کود پڑے جن

کے دوسردار تھے، وہ ہمارا سب مال لوٹ کر لے گئے اور بعض آدمیوں کو قتل کر ڈالا، اور جنگل میں اتر کر مال تقسیم کرنے لگے۔ ہم بھی جنگل کے ایک گوشہ میں اتر پڑے۔ پھر ہم نے کہا کہ اگر اس وقت ہم حضرت شیخ عبدالقادر ؓ کو یاد کریں تو بہتر ہو، اور اپنے مالوں میں سے آپ کے لئے کچھ نذر مانی کہ اگر ہم صحیح سلامت رہے تو ادا کردیں۔ ہم شیخ کو یاد کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں دو سخت آوازیں ایسی سنیں کہ جن سے جنگل گونج اٹھا اور ان لوگوں کو دیکھا کہ خوف زدہ ہوگئے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید ان کے لوٹنے کو اور عرب کے لوگ آگئے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آؤ اور اپنا مال لے لو اور جو ہم پر مصیبت آئی ہے دیکھو۔ وہ ہم کو اپنے سرداروں کے پاس لے گئے۔ ہم نے دیکھا تو دونوں مردے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے گیلی موجود ہے، انہوں نے ہمارا سارا مال ہم کو واپس دے دیا اور کہنے لگے کہ اس امر کی بابت کوئی واقع ہوا ہے۔

دلیل دوم

دوسری روایت اسی بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۱۰۲ میں ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

خبر دی ہم کو ابوالمعالی عبدالرحیم بن مظفر بن مہذب قرشی نے، کہا خبر دی ہم کو حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمود بن نجار بغدادی نے، ان کے سامنے بغداد شریف میں پڑھا جاتا تھا اور میں سنتا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ جبائی نے لکھا اور میں نے اس کے خط سے نقل کیا، وہ لکھتا ہے کہ:

میں ہمدان میں اہل دمشق کے ایک شخص سے ملا جس کو ظریف کہتے تھے، اس نے کہا کہ میں بشر قرظی سے نیشاپور یا خوارزم میں ملا اور اس کے ساتھ چودہ اونٹ شکر کے تھے۔ اس نے کہا کہ ہم ایک ایسے جنگل میں اترے کہ جس میں ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ خوف کے مارے ٹھہر نہ سکتا تھا اور جب شروع رات میں ہم نے اسباب اٹھایا تو چار لدے ہوئے اونٹوں کو گم پایا۔ میں نے ان کو تلاش کیا تو نہ ملے اور قافلہ چل دیا۔ میں قافلہ سے علیحدہ رہ گیا کہ اونٹوں کو تلاش کروں۔ ساربان نے میری خاطر کی اور میرے ساتھ ٹھہر گیا۔ ہم نے ان کو تلاش کیا تو نہ پایا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر ؓ کی بات یاد آگئی کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا: اگر تو کسی مصیبت میں پڑ جائے تو مجھے پکار یو تمہاری تکلیف دور ہو جائے گی۔ تب میں نے

کہا یا شیخ عبدالقادر میرے اونٹ گم گئے ہیں۔ پھر میں نے صبح صادق کے وقت مشرق کی جانب ایک شخص کو ٹیلہ پر دیکھا جس کے کپڑے بہت سفید ہیں، وہ مجھے اشارہ سے بلا رہا ہے کہ ادھر آؤ۔ جب ہم ٹیلہ پر چڑھے تو وہاں کوئی آدمی نہ دیکھا۔ پھر ٹیلہ کے نیچے چاروں اونٹوں کو جنگل میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ہم نے ان کو پکڑ لیا اور قافلہ سے جا ملے۔

ابوالمعالی کہتے ہیں کہ پھر میں شیخ ابوالحسن نان بائی کے پاس آیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے شیخ ابوالقاسم بزار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے سردار حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر ؓ سے سنا تھا، وہ فرماتے تھے کہ جو شخص مصیبت کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو اس کی مصیبت دور ہو جائے گی۔ اور جو شخص تکلیف کے وقت مجھ کو پکارے تو اس کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ اور جو شخص کسی حاجت کے لئے مجھ کو اللہ عزوجل کی جناب کی طرف وسیلہ لائے اس کی حاجت پوری ہوگی۔ اور جو شخص دو رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) پڑھے، پھر رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجے اور مجھ کو یاد کرے، پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو خدا کے حکم سے اس کی حاجب پوری ہوجائے گی۔ انتہی۔

اس نماز کا نام صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ اسرار ہے۔ اور یہ روایت ایسی صحیح ہے کہ اس پر بڑے بڑے ائمہ حدیث نے گواہی دی ہے۔ اور اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے۔ جیسے شیخ مجد الدین شیرازی فیروزآبادی صاحب قاموس نے الروض الناظرین میں اور شیخ محمد سعید زنجانی نے نزہۃ الخواطر میں اور شیخ شہاب الدین قسطلانی نے الروض الزاہر میں اور امام عبداللہ یافعی نے خلاصۃ المفاخر میں اور شیخ ابوبکر بن نصر انوار الناظر میں اور سید عبدالقادر السید روس نے الدر الفاخر میں اور شیخ محمد بن یحیٰ التناوفی نے قلائد الجواہر میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زبدۃ الاسرار اور زبدۃ الآثار مختصر بہجۃ الاسرار میں اور شاہ ابوالمعالی نے تحفہ قادریہ میں اور ملا علی قاری نے نزہۃ الخاطر الفاتر میں وغیرہ وغیرہ۔

ملا علی قاری نے بعد ذکر کرنے اس قول غوث الاعظم کے یہ لکھا ہے:

و قد جرب ذلك مرارا فصح۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی یہ وظیفہ فرمودہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے جو صحیح نکلا ہے۔

سوال: کیا اس صلوٰۃ میں کوئی فعل ناجائز ہے؟

جواب: اس میں کوئی فعل شرعاً ناجائز نہیں ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو خود حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کیوں فرماتے۔ اور علماء معتبرین سلف وخلف کیوں جائز رکھتے۔ سنئے نماز پڑھنا جیسا کہ فرمایا ہے اس میں کیا کلام ہے۔ حدیث عثمان بن حنیف میں صلوٰۃ حاجت کا مرفوعاً ذکر پہلے ہم کر آئے ہیں۔ اس کے بعد دعا مانگنا بھی ممنوع نہیں اور توسل بھی ناجائز نہیں، بلکہ مامور بہ ہے۔ رہا گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چلنا؟ سو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ یہ امر نماز سے خارج ہے اور توسل بیٹھے کھڑے ہر دو طرح جائز ہے، ہاں کھڑے ہونے میں زیادہ اہتمام ہے اور چونکہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے توسل ہے اور وہ دور دراز مقام پر مدفون ہیں، اس لئے ان کے مزار مبارک کی طرف جو بغداد شریف میں ہے کھڑے ہو کر گیارہ قدم چلنا ایک اہتمام ہے اور کچھ نہیں۔ کیا کسی جہت کی طرف چلنا شرک میں داخل ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو منکرین بھی شرک سے نہیں بچ سکتے۔ مگر ضد اور نفسانیت کا کوئی علاج نہیں۔

تیسری دلیل

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اپنے مریدوں کے خبر گیراں ہیں اور ان کی پردہ پوشی کرتے ہیں جیسا کہ بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۹۹ میں آپ کا یہ قول منقول ہے:

و لو انکشفت عورة مریدي بالمشرق و أنا بالمغرب لسترتها۔ انتهی۔

یعنی اگر میرے مرید کا پردہ مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو (وہیں سے) اس کو چھپا دیتا ہوں۔

علاوہ ازیں اس کے سینکڑوں بزرگان دین سے امداد اور تصرف بحالت حیات ثابت ہے، جس کو ہم بنظر اختصار چھوڑتے ہیں۔ دوسرے رسالہ میں اس کا ذکر ہے۔ ہاں اب ہم یہاں یہ ثابت کرتے ہیں کہ بزرگان دین واکابر اولیاء کی زندگی اور ممات برابر ہوئی ہے جس طرح ان کا تصرف زندگی میں ہوتا ہے ایسا ہی بعد انتقال کے ہوتا ہے، بلکہ بعد انتقال کے زیادہ ہوتا ہے اور یہی ثابت کرنا مہتم بالشان ہے۔ اس پر دلائل بہت ہیں۔

پہلی دلیل وہ حدیث قدسی جو پہلے بیان کی گئی ہے عام ہے، مخصوص بزندگی نہیں کیونکہ جب وہ اولیاء اللہ سے ہوئے تو بعد انتقال کے بھی وہ اولیاء اللہ ہی ہوتے ہیں اور ان کی سمع بصر وغیرہ قوائے کو خاص قوت خداوندی حاصل ہے اور وہ لازوال ہے۔

دوسری دلیل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر دعا کی قبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جس بزرگ سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے، اس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد مانگی جاتی ہے۔

ایک بڑے شیخ نے کہا ہے کہ میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

شیخ معروف کرخی، شیخ عبدالقادر جنبلی اور دو دوسرے اولیاء اللہ کو شمار کیا ہے (وہ شیخ طفیل منجی اور شیخ حیوۃ بن قیس حرانی ہیں اسی طرح بہجۃ الاسرار میں ہے) اور مقصود حصر نہیں جو کچھ خود دیکھا اور پایا بیان کر دیا ہے۔ ورنہ اور بھی بہت سے بزرگ ایسے ہیں) اور میرے سردار احمد بن زروق کہ جو مغرب کے ملک کے بڑے فقہاء علماء مشائخ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی؟

میں نے کہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے کہا ہاں! کیونکہ وہ خدا کے حضور میں ہے اور اس بارہ میں اس گروہ سے اس قدر منقول ہے کہ جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی کہ جو اس کے مخالف ہو۔ اور اس کو رد کرے، اور آیات واحادیث سے یقیناً ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی ہے، اس کو اپنے زائرین کے حالات کا علم اور شعور ہوتا ہے۔ اور کاملین کی ارواح کو خدا کی جناب میں قرب اور مرتبہ ثابت ہے۔ جیسا کہ زندگی میں تھا یا اس سے زیادہ اور اولیاء اللہ کو جہان میں کرامات وتصرف حاصل ہے اور وہ صرف روحوں کو ہوتا ہے۔

روحیں خود باقی ہیں اور حقیقی متصرف سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اور یہ کاملین خدا کے جلال میں زندگی میں اور بعد از موت فانی ہیں۔ پس اگر کسی کو ان دوستان خدا کے ذریعہ سے کچھ دیا جائے تو تعجب نہیں جیسا کہ زندگی میں تھا۔ اور دونوں حال میں فعل وتصرف سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ اور یہ کاملین خدا کے جلال میں زندگی میں اور بعد از موت فانی ہیں۔ پس اگر کسی کو ان دوستان خدا کے ذریعہ سے کچھ دیا جائے تو تعجب نہیں جیسا کہ زندگی میں تھا۔ اور دونوں حال میں فعل و تصرف سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ دونوں حالوں میں فرق کردے۔ اور اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ انتہی۔

تیسری دلیل

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہیدوں کے بارہ میں فرماتا ہے:

بل أحياء عند ربهم

یعنی بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔

شاید اس سے یہ مراد ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت بخشتا ہے، جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور یہ خاص شہیدوں کے ساتھ نہیں۔ انبیا علیہم السلام اور صدیقین شہیدوں سے افضل ہیں اور اولیاء بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے نفس سے جہاد کیا ہے کہ جس کو جہاد اکبر کہتے ہیں:

رجعنا من الجهاد الأصغر الى الجهاد الأكبر۔

یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے۔

اسی طرف اشارہ ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ فرماتے ہیں:

أرواحنا أجسادنا ، أجسادنا أرواحنا۔

یعنی ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں

مطلب یہ کہ ہماری روحیں جسموں کا کام دیتی ہیں اور کبھی جسم نہایت لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں ظہور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور ان کی روحیں زمین اور آسمان اور بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دنیا وآخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کر

دیتی ہیں۔ ان کی روحوں سے اویسیہ کے طریق پر فیض باطنی پہنچتا ہے۔ انتہیٰ۔

اسی طرح تفسیر مظہری میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

چوتھی دلیل

شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں سورہ ﴿اِذَا السَّمَـآءُ انْشَقَّتْ﴾ کی تفسیر میں ﴿فلا اقسم بالشفق﴾ کے ذیل میں مردہ کی تین حالتیں بیان فرماتے ہیں:

پہلی حالت شفق کی سی بتلاتے ہیں کہ جس طرح مغرب کے بعد کچھ دن کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور کچھ رات کے۔ اسی طرح مردہ کی حالت ہے کہ اس جہاں سے کچھ تعلق رہتا ہے، کچھ دوسرے سے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ زندہ کی مدد مردوں کے لئے اس حال میں جلد پہنچتی ہے۔ مردے اس طرف سے مدد پہنچنے کے منتظر رہتے ہیں اور ایسا خیال کرتے ہیں کہ ابھی ہم زندہ ہیں۔ اسی لئے حدیث شریف میں قبر کے حال میں وارد ہے کہ مسلمان شخص وہاں کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز پڑھ لوں اور یہ بھی آیا ہے کہ مردہ اس حالت میں اس غریق کی طرح ہوتا ہے کہ جو فریاد رس کا انتظار کرتا ہے صدقات اور دعائیں اس وقت اس کے بہت کام آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ایک سال تک خصوصاً چہلم تک موت کے بعد اس قسم کی مدد وسعی کرتے ہیں اور مردہ کی روح بھی موت کے بعد خواب اور عالم مثال میں زندوں کی ملاقات کرتی ہے، اور اپنے دل کی باتیں بتلاتی ہے۔

دوم وہ حالت ہے کہ دنیا کی زندگی سے بالکل قطع تعلق ہو جاتا ہے اور اپنے اعمال نیک و بد کی کیفیات کے مشاہدہ میں اس کو بڑا استغراق ہو جاتا ہے۔ اس کی قوتیں مدرکہ متصرفہ اس عالم سے قطع کر کے اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہیں، اس کی معنوی حس وحرکت اس جہان سے مطلقاً بیکار ہو جاتی ہے۔ یہ حال عام مردوں کا ہوتا ہے لیکن بعض خاص اولیاء اللہ کو کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بنی نوع کے ارشاد وتکمیل کے لئے آلہ اور واسطہ بنایا ہے اس حال میں بھی دنیا میں تصرف دیا ہے اور بوجہ کمال کے وسعت علمی کے ان کا استغراق اس طرف کی توجہ سے مانع نہیں ہے۔ اویسی گروہ کمالات باطنی ان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات ومطالب اپنی مشکلوں کے حل ان سے مانگتے ہیں اور پالیتے ہیں۔ اس وقت ان کی زبان حال یہ ترانہ گاتی ہے:

من آئم بجاں گر تو آئی بہ تن

شاہ صاحب نے یہاں پر ایک تو مردوں کے لئے چہلم برسی کو ثابت کیا اور مسلمانوں کے فعل کو بطور سند پیش کیا۔ جس کو منکرین بدعت سیئہ کہہ کر مردوں کو ثواب سے محروم رکھتے ہیں۔

دوم یہ کہ اولیاء اللہ کو مشکل کشا ثابت کیا اور یہ کوئی خاص قبر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے، نزدیک ہو یا دور۔

دلیل پنجم

شرح برزخ میں جو ایک معتبر کتاب حدیث کی ہے مذکور ہے:

روي في الأخبار أن الانسان اذا يصعب عليه أمر فينادي وليا من أولياء الله تعالىٰ فان كان حيا يسمعه الريح طرفة العين أو يعلمه الولي بكشف القلوب و ان كان ميتاً فتسمعه الملائكة فتعين له بالشفاعة عند الله تعالىٰ و عليه المشائخ. انتهى.

یعنی احادیث میں مروی ہے کہ جب انسان پر کوئی مشکل کام آ پڑے پھر وہ اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کو پکارے، اب اگر وہ زندہ ہے تو اس کو ہوا ایک آنکھ کی پلک میں سنا دیتی ہے یا اس کو ولی اپنے کشف سے معلوم کر لیتا ہے۔ اور اگر وہ مردہ ہے تو اس کو ملائکہ سنا دیتے ہیں۔ پھر وہ خدا کے یہاں سفارش کر کے اس کی مدد کرتا ہے۔ انتہی۔

یہ حدیث گو مشہور کتابوں میں نہیں پائی جاتی مگر واقعات اس کو بڑے زور سے صحیح ثابت کر رہے ہیں۔

چھٹی دلیل

خود شیخ عبدالحق دہلوی نے زبدۃ الآثار میں جہاں حضرت غوث الاعظمؓ کا یہ قول نقل کیا ہے:

و كذلك أصنع لكل من انتمى الي و كان لي به عناية.

یعنی میں ایسا ہی ہر اس شخص کے ساتھ کرتا ہوں جس پر میری عنایت ہو۔

وہاں کہتے ہیں:

يا غوث قد انتمينا اليك و العناية بيديك فلا تحرمنا من عنايتك يا غوث، و ان لم نكن قابلين للعناية فصيرنا قابلين لها. فأنت المتصرف في الوجود و عليك يعرض الشقي و السعيد.

یعنی اے غوث! ہم آپ کی طرف منسوب ہیں اور مہربانی آپ کے اختیار میں ہے۔ ہم کو اپنی عنایت سے محروم نہ کر یا غوث! اگرچہ ہم اس کے قابل نہیں لیکن آپ ہم کو اس قابل بنا دیں۔ کیونکہ موجودات میں آپ تصرف کرتے ہیں، اور آپ پر بدبخت اور نیک بخت پیش کئے جاتے ہیں۔

سبحان اللہ! دیکھئے، علماء اہل السنۃ کا ایسا اعتقاد ہوتا ہے۔

اب ہم یہاں پر بعض واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو کہ انتقال کے بعد ان کی مدد کو ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد صحابہ وغیرہ نے حضور ﷺ کو پکارا اور آپ نے مدد فرمائی۔ اس کی نظیریں کچھ پہلے گزر چکی ہیں۔

دوسری دلیل

حضرت غوث الاعظم، حضرت خواجہ نقشبند، حضرت خواجہ قطبؒ کا ذکر پہلے مولوی اسماعیل صاحب کی کتاب صراط مستقیم سے گذر چکا۔ یہاں پر متاخرین اولیا اللہ سے ثابت کرتے ہیں۔

تیسری دلیل

حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی جن کے نام نامی سے پنجاب و ہند کے لوگ عموماً واقف ہیں، جو حضرت شاہ سلیمان تونسوی غریب نواز کے پیر و مرشد ہیں، ان سے ان کے انتقال کے بعد زندوں کا سا فعل ثابت ہے۔ وہ یہ کہ مناقب المحبوبین کے صفحہ ۶۴ میں مذکور ہے:

مولوی خدا بخش صاحب فرماتے تھے کہ قصبہ داجل متصل کوٹ مٹھن میں ایک قاضی صاحب رہتے تھے، اور حضرت قبلہ عالم مہاروی کے مرید تھے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم اس طرف تشریف لے گئے تھے۔ قاضی صاحب نے عرض کی کہ حضور سے ایک وعدہ لیا چاہتا ہوں اگر قبول ہو؟ فرمایا: قبول ہے، کیا کہتے ہو۔ عرض کی جب میں فوت ہو جاؤں تو حضور ہی میرا جنازہ پڑھائیں۔ فرمایا

وعدہ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا جنازہ میں پڑھاؤں گا۔ اتفاقاً حضرت قبلہ عالم کا انتقال قاضی صاحب سے پہلے ہو گیا۔ جب قاضی صاحب کو یہ خبر پہنچی تو بہت روئے اور کہا افسوس صد افسوس حضرت قبلہ عالم کا مجھ سے وعدہ تھا اور کیا ہو گیا۔ اگرچہ قبلہ عالم کو حیات جاودانی ہے اور یہ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی روح مبارک میرے جنازہ پر حاضر ہو جائے، مگر وعدہ تو یہ تھا کہ خود نماز پڑھائیں گے، یہ کیسے ہو گا اور لوگوں کو کیا معلوم ہو گا؟

خیر کچھ عرصہ کے بعد قاضی صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب ان کا جنازہ تیار کر کے جنگل کو لے گئے اور نماز جنازہ تیار تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے اور چند آدمی اس کے ہمراہ دوڑے آ رہے ہیں۔ جب قریب پہنچے تو ہر ایک نے معلوم کر لیا کہ حضرت قبلہ عالم ہیں۔ تمام مرید قدم بوس ہوئے اور اس وقت سب کو ذہول ہو گیا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے، بلکہ یہی خیال کیا کہ آپ زندہ ہیں اور قاضی صاحب کے جنازہ کی خاطر تشریف لائے ہیں۔ جب قبلہ عالم نے قاضی صاحب کے جنازہ کی نماز پڑھائی تو لوگوں کی نگاہ سے غائب ہو گئے۔ اس وقت سب کو پتا لگا کہ حضرت تو انتقال فرما گئے ہیں، مگر قاضی صاحب کے وعدہ پورا کرنے کو تشریف لائے تھے۔ قاضی خدا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ ایسے شخص سے سنا جو کہ جنازہ میں خود حاضر تھا۔

سبحان اللہ! کیا زبردست طاقت تھی کہ علانیہ تشریف لائے اور مصداق أرواحنا أجسادنا کے بن گئے۔ اس سے بڑھ کر کیا مدد ہو سکتی ہے؟

چوتھی دلیل

مناقب المحبوبین کے صفحہ ۳۱۸ میں ہے کہ جب حضرت شاہ سلیمان تونسوی کا انتقال ہوا تو فقیر (جامع ملفوظ) بھی غسل کے وقت حاضر تھا۔ بعد غسل آپ کو کفن پہنا کر چارپائی پر لٹا کر بنگلہ شریف کے صحن میں رکھا گیا اور تونسہ کے شمالی صحرا میں جنازہ کی نماز کے لئے لے گئے، اس قدر مخلوق جنازہ پر جمع ہو گئی کہ شمار میں نہ آتی تھی۔ واللہ اعلم ملائکہ تھے یا عالم غیب سے۔ اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اور ابھی جنازہ وہیں رکھا تھا کہ اتنے میں چند خراسانی افغان ولایت سے آ گئے۔ جب جنازہ کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت صاحب کا ہے۔ ان میں

سے ایک شخص جس کو آپ سے بیعت کا بہت شوق تھا یہ حال سن کر بہت رویا اور کہا کہ افسوس میں تو مرید ہونے کو حاضر ہوا تھا، اس نعمت سے محروم رہا، اور اس قدر رویا کہ بیہوش ہو گیا۔ دیر کے بعد اس کو ہوش آیا تو کہنے لگا، الحمد للہ! میرا مطلب حاصل ہو گیا، حضرت صاحب نے مجھے اسی وقت بیعت فرمایا ہے۔ اور وظیفہ تلقین کیا ہے، اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا اور پھر صحن بنگلہ میں لا کر رکھ دیا۔

پانچویں دلیل

زبدۃ الاسرار خلاصہ بہجۃ الاسرار مؤلفہ شیخ محدث دہلوی کے صفحہ ۴۶ میں ہے کہ خبر دی پیشوا ابو الحسن علی بن الہیتی نے، فرماتے تھے کہ میں نے سردار شیخ محی الدین عبد القادر اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ امام احمد بن حنبل ؒ کی قبر کی زیارت کی۔ میں نے خود دیکھا کہ امام ؒ اپنی قبر سے نکلے ہیں اور شیخ عبد القادر ؒ کو اپنے سینہ سے ملایا اور ان کو خلعت پہنایا اور فرمایا: اے شیخ عبد القادر! میں علم شریعت علم حال اور فعل حال میں تمہارا محتاج ہوں۔ انتہی۔

فائدہ

میرے خیال میں غالباً یہی وجہ ہوئی کہ شیخ نے حنبلی مذہب اختیار کیا۔ کیونکہ اس مذہب میں لوگ تھوڑے تھے، آپ کی وجہ سے بہت سے لوگ حنبلی مذہب اختیار کرنے لگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چھٹی دلیل

معراج کی حدیث طویل میں جو کہ صحاح ستہ میں مروی ہے۔

آنحضرت ﷺ پر پچاس نمازوں کا پانچ رہ جانا موسیٰ علیہ السلام ۔۔۔ کی برکت سے ہے کہ انہوں نے بار بار آنحضرت ﷺ سے سفارش کی کہ پھر جائیے اور کم کرائیے، آپ کی امت کمزور ہے۔ سو یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک کا فیض ہے جو کہ امت محمدیہ کو پہنچا۔

اب فرمائیے کون سا منکر اس عنایت کا انکار کر سکتا ہے۔

دلیل عقلی فلسفی

روح باقی ہے، فانی نہیں۔ جب اس کا تعلق ظاہری جسم سے جاتا رہا تو اب وہ مجرد ہوگئی اور جس قدر قرب الٰہی کی وجہ سے اس روح کو مرتبہ حاصل ہوتا ہے اسی قدر وہ عالم میں آمد و رفت اور تصرف کر سکتی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچا سکتی ہے، بلکہ عام مردوں میں زندوں کو نفع پہنچانا متحقق ہے۔ کیا انسان کبھی خواب میں استاد کو مل کر حل مسائل نہیں کرتا؟ کیا باپ بیٹے کو خواب میں مدفون مال کی ہدایت نہیں کرتا؟ کیا جالینوس نے نہیں کہا کہ میں خود بیمار تھا، اپنے علاج سے عاجز ہو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھے علاج بتلاتا ہے۔ غرضیکہ عقلی طور پر بھی روح کا مدد کرنا ممکن ہے۔ یہ خلاصہ ہے تفسیر کبیر کا۔

جب ان دلائل سے معلوم ہو گیا کہ اولیا کرام اور نفوس قدسیہ کا امداد کرنا زندگی اور موت ہر دو حالت میں دور و نزدیک سے شرعاً نقلاً وعقلاً ثابت ہے تو اب جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا یا مطلق یا شیخ کہنے کا دور سے نکل آیا، مگر ہم یہاں پر خاص اس مسئلہ میں ذرا مفصل لکھتے ہیں۔ اور بتصریح اکابر دین اور خود حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے اس کا جواز نقل کرتے ہیں:۔

بہجۃ الاسرار سے معلوم ہو چکا کہ خود حضرت شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ کو سختی کے وقت پکارے تو اس کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اور صلوۃ الاسرار کا طریق فرمایا، جس کو ہم نقل کر آئے ہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اس وظیفہ میں نہ کوئی شرک ہے، نہ فسق نہ بدعت۔ بلکہ یہ وظیفہ معمول بہا مشائخ قادریہ وغیرہم علماء کبار کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر ہم کو اللہ کے لئے کچھ دو۔ اب اس میں جو بعض علماء نے موشگافی کی ہے کہ جنہوں نے منع کیا ہے یا کفر کہا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ شیئاً للہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دو، اس میں اللہ تعالیٰ کو محتاج اور شیخ کو محتاج الیہ بنادیا ہے۔ اس لئے منع ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ یہ معنی غیر خدا میں تو ممکن ہو سکتے ہیں، مگر جب اللہ کہا جائے گا تو عرفاً شرعاً یہ معنی لینا کسی عاقل کے ذہن میں نہیں آسکتا اور نہ کبھی آیا۔ ہاں شریر کفار

البتہ زکوٰۃ صدقات وغیرہ کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے جا بجا فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دو، اس سے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے جو ہم سے مانگتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ ورنہ یہ معنی سلیم العقل والفہم نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس کا مطلب عرفاً شرعاً یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی واکرام کے لئے ہمیں کچھ دو۔ اسی لئے علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے:

أما قصد المعنى الصحيح فالظاهر أنه لا بأس به.

یعنی صحیح معنی کے ارادہ میں ظاہرا کوئی حرج نہیں اور اگر مطلقاً للہ کہنا ناجائز ہو تو یہ کہنا بھی ناجائز ہوگا کہ فلاں فقیر کو اللہ کے لئے دو، حالانکہ شرعاً عرفاً عقلاً یہ کہنا جائز ہے۔ حدیث صحیح میں ہے:

من أحب لله و أبغض لله و أعطىٰ لله و منع لله فقد استكمل الايمان.

رواه أبو داؤد و الترمذي وكذا في المشكوٰة

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی کو) دوست بنائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی کو) دشمن سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی کو) دے اور اللہ تعالیٰ کے لئے (کسی کو) نہ دے تو اس نے اپنے ایمان کو کامل بنالیا۔

اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اسی طرح مشکوٰۃ میں ہے۔

اور عرفاً یہ لفظ عام طور پر شائع ہے۔ بڑے بڑے علماء وفقرا بلکہ خود منکرین مدرسہ کے چندہ کے لئے لوگوں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دو اس میں یہ ثواب ہے اور یہ فائدہ ہے۔ اس وقت یہ خیال نہیں آتا کہ یہ کہنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے:

فان لله خمسه ...الآية

یعنی غنیمت کے مال میں اللہ کے لئے خمس ہے۔ اب کیا غنیمت کے مال کا خدا محتاج ہے۔ نعوذ باللہ۔

اب یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے جواز کی تصحیح اکابر دین کے اقوال سے سنئے اور ایمان لائیے۔

پہلی دلیل

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

وأما قولهم يا شيخ عبد القادر فهو نداء اذا أضيف اليه شئ فهو طلب الشئ اكراما فما الموجب لحرمته.

یعنی لوگوں کا یہ کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر، سو یہ ایک پکارنا ہے، جبکہ اس کی طرف کوئی شے نسبت کی جائے اور وہ شی کا اللہ تعالیٰ کی عزت و اکرام کے لئے مانگنا ہے۔ اس میں حرمت کی کیا وجہ ہے۔

دوسری دلیل

علامہ شیخ حسین مکی کشط الاہاب میں لکھتے ہیں:

و اذاثبت أن الأنبياء و الاولياء بعد الارتحال من هذه الدار أسمع و أبصر من الأحياء فنادٰهم بعض الملهوفين و طلب منهم التوسل و الدعاء عند الله لكشف همومه و اساه ، قال مثلا يا عبد القادر شيأ لله فلا نرىٰ به بأسا و شناعة و يكون طلبا للتوسل و الشفاعة لأنا نعتقد أن أحدا بعد الموت لا يملك شيأ من التصرف في الوجود بل لا معطي و لا واهب الا الله النافع الكريم الودود لا يطلب منهم الا التوسل عند الله في قضاء الأوطار و هذا التوسل جائز كما ثبت بالأخبار و الأثار.. انتهى.

یعنی جب ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام ؒ اس دنیا سے انتقال کے بعد زیادہ سننے والے زیادہ دیکھنے والے ہیں۔ پھر ان کو کوئی مصیبت زدہ پکارے اور ان سے وسیلہ اور دعا طلب کرے کہ جس سے اس کے غم اور تکلیف دور ہو جائیں۔ اور مثلاً کہے یا شیخ عبدالقادر شیأ للہ تو ہم اس میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتے اور نہ کوئی برائی۔ یہ تو توسل اور شفاعت کی طلب ہوگی، کیونکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ موت کے بعد کوئی شخص وجود میں کسی تصرف کا مالک نہیں (مستقل) بلکہ سوائے اللہ تعالیٰ نافع کریم دوست کے کوئی بھی نہ دینے والا ہے نہ بخشنے والا اور ان بزرگان دین سے حاجات کے پورا ہونے میں سوائے توسل کے جو ان کو خدا کے نزدیک ہے اور کچھ طلب نہیں کیا جاتا اور یہ توسل جائز ہے جیسا کہ احادیث و آثار میں ثابت ہے۔ انتہی

تیسری دلیل

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب طریقہ قادریہ حصول مہمات کے لئے اس طرح ختم کرتے ہیں کہ اول دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید اور گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ایک مرتبہ سورہ یٰس پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد اگر بڑا ختم چاہیں تو سورہ الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھ کر پورا کریں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ انتہی۔

شبہہ

شاہ صاحب ناقل ہیں مجوز نہیں۔

الجواب: غلط ہے۔ اگر مجوز نہ ہوتے تو نقل نہ کرتے۔ اگر کرتے تو اس کے عدم جواز کی تصریح کر دیتے۔ ان کا نقل کرنا اور اس پر سکوت کرنا صریح دلیل جواز ہے اور شاہ صاحب کو اس خاندان سے خاص عقیدت ہے۔

چوتھی دلیل

مولانا محمد غوث شافعی مدراسی نے انہار المفاخر فی مناقب الشیخ عبد القادر میں لکھا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر شیأ للہ بھی بڑی دعاؤں اور بڑے اسرار میں سے ہے اور قضائے حاجات میں مجربات و معمولات شیوخ سلسلہ قادریہ ہے بلکہ غوثیہ میں رسالہ حقیقۃ الحقائق سے لکھا ہے کہ شیخ ؓ فرماتے ہیں: **اسمي كاسم الأعظم** یعنی میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے۔ اس کے پڑھنے کی کئی ترکیبیں ہیں۔

شبہہ

حضرت غوث الاعظم ؓ کا نام اسم اعظم کی طرح کیسے ہے؟

الجواب: حضرت غوث الاعظم ؓ کے نام میں خدا کے نام کی سی برکت و تاثیر ہے۔ اس میں تشبیہ دو اسموں میں ہے، نہ ان کے مسمیات میں، اور یہ جائز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا نام سمیع بصیر ہے۔ انسان کو بھی سمیع بصیر فرمایا ہے: **فجعلناه سميعا بصيرا**۔ یعنی ہم نے انسان کو سننے والا دیکھنے والا بنایا ہے۔ مگر تشبیہ تام

مقصود نہیں، بلکہ مطلق سمع وبصر میں ہے اللہ تعالیٰ کا نام رؤف رحیم ہے اور آنحضرت ﷺ کا نام بھی رؤف رحیم فرمایا ہے، جیسے فرمایا ہے: بالمؤمنین رؤف رحیم ۔یعنی آپ مومنین پر مہربان رحیم ہیں۔ مگر ذات میں مساوات نہیں، نہ صفات میں۔ کیونکہ ذات الٰہی کے ساتھ مخلوق کو کیا نسبت! علیٰ ہذا صفات الٰہی ذاتی غیر محدود ہیں۔ صفات مخلوق عرضی محدود ہیں۔

پانچویں دلیل

ہم پہلے اس سے صلوٰۃ غوثیہ کی روایت کی تصحیح بڑے بڑے علماء کرام سے لکھ چکے ہیں۔ جیسے شیخ مجد الدین فیروزآبادی صاحب قاموس شیخ محمد سعید زنجانی، شیخ شہاب الدین قسطلانی وغیرہ وغیرہ دیکھو صفحہ ۲۳ اور اس سے یا شیخ کا مسئلہ خود حل ہو جاتا ہے۔

آخر میں اب ہم ایک ایسے عالم کا فتویٰ درج کرتے ہیں جو کہ علماء دیوبند کے مستند پیشوا اور مفتی ہیں۔ یعنی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ اصل میں منشی محمد حسن خان صاحب متوطن کوٹلہ متصل کرت پور ضلع بجنور نے ایک استفتاء بخدمت علماء دین بھیجا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قاضی صاحب منگلوری نے منشی صاحب موصوف کی نسبت اس وظیفہ یا شیخ کے پڑھنے کی وجہ سے یہ مشہور کر دیا تھا کہ منشی صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کے فتوے میں بھی یہی ہے۔ اس کے جواب میں اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس کا جواز لکھا تھا، جن کے نام نامی یہ ہیں:

مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری، مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری، مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی، مولانا مولوی محمد عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی، مولانا مولوی محمد مسعود صاحب دہلوی، مولانا مولوی محمد گوہر علی صاحب رامپوری وغیرہم۔ مگر یہاں پر مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ ہی درج کر دیتے ہیں جو علماء دیوبند کے لئے حجۃ قاطعہ ہے۔ یہ رسالہ فتویٰ جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے نام سے ۱۸۹۰ء میں طبع ہوا تھا۔

عبارت فتویٰ

"اس کا پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم الغیب ومتصرف مستقل جانے اور جو اس لفظ میں برکت واثر جان کر پڑھے تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے۔ ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہو سکے نہ تفسیق۔ اگرچہ ایسے وظیفہ کا پڑھنا اولیٰ بھی نہیں۔ اور کسی مسلمان پر گمان شرک فسق کا کرنا جب تک تاویل اس کے قول کی حسن ہو سکے درست نہیں۔ ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ میری مراد کفر کے معنی ہیں (حالانکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا) تو مضائقہ نہیں اور جب تک کہ وہ اقرار کچھ نہ کرے تو تاویل کر کے مسلمان بناوے اور جو تاویل اچھی بیان کرے (جیسا کہ عام مسلمان کرتے ہیں) تو اس پر گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔ ان بعض الظن اثم۔ لہٰذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور باہم اتفاق واجب ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم"

کتبہ
الاحقر رشید احمد گنگوہی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اب ہم علماء دیوبند سے حلفاً پوچھتے ہیں کہ کبھی آپ کے سامنے کسی جاہل سے جاہل مسلمان نے اس وظیفہ میں کفر کے معنی کا اقرار کیا ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو خدا کے لئے بموجب فرمودہ اپنے مولوی صاحب اور اپنے پیشوا کے مسلمانوں خصوصاً اہل علم کو اس وظیفہ پڑھنے سے عام طور پر مشرک اور فاسق نہ بنائیں اور نہ ان کے پیچھے نماز ناجائز کہیں اور اپنے کفریہ فتوے سے رجوع کر کے توبہ مشہور کریں۔ ورنہ بقول مولوی صاحب گنہگار ہو۔ وما علینا الا البلاغ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے خاص اس صلوٰۃ الاسرار کے بارہ میں ایک رسالہ مختصر لکھا ہے۔ باقی اس کی تفصیل میرے دوسرے رسالہ میں جس کا نام اقوال الابرار فی صلوٰۃ الاسرار ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اب ہم وہ صورت بھی لکھ دیتے ہیں کہ جو شرعاً ناجائز ہے۔ اور بالاتفاق بین المسلمین شرک و فسق ہے۔ وہ یہ کہ جس ولی کو پکارا جائے اس کو مستقل عالم الغیب مستقل متصرف سمجھا جائے۔ خدا کا شریک بنایا جائے یعنی ہر ایک وصف میں خدا کی ذات وصفات میں برابر مانا جائے۔ اس کی ذات صفات کو ذاتی سمجھا جائے اور یہی سمجھا جائے کہ جو کچھ ہم کو ملتا ہے وہ صرف انہیں سے ملتا ہے۔ سو یہ صورت بلا شبہہ شرک اور منع ہے۔ اگر کوئی جاہل، بت پرست ایسا اعتقاد رکھے تو اس کو سمجھانا چاہیے اور توبہ کرانی چاہیے۔ مگر غضب یہ ہے کہ منکرین مسلمانوں کو خواہ مخواہ صحیح اور اچھے معنی اختیار کرنے کے باوجود محض ظن وتخمین سے ان صورتوں کو بھی ناجائز کہتے ہیں جو صحیح معنی رکھتی ہیں۔ اور یاد رہے جس طرح حرام کو حلال جاننا ممنوع ہے، اسی طرح حلال کو حرام جاننا بھی ممنوع ہے۔ جس کے یہ لوگ مرتکب ہو رہے ہیں۔

اب ہم چند شبہات اور ان کے جوابات درج کرتے ہیں، جو عام طور پر مفید ہوں گے۔

شبہہ: کیا یا کا لفظ دور کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے اور جائز ہے؟

الجواب: بیشک یا حروف ندا میں سے ہے اور قریب وبعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ دیکھو کتب نحو شرح جامی میں ہے:

یا أعمها لأنها مستعمل لنداء القریب و البعید

یعنی یا ان میں سے عام ہے کیونکہ وہ ندا قریب وبعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غائبانہ ندا میں اہل زبان بصیغہ یا استعمال کرتے ہیں۔ دیکھو جتنے قصائد شوقیہ ہیں ان میں یا لفظ مستعمل ہے اگر بعید کے لئے جائز نہ ہوتا تو ہرگز استعمال نہ ہوتا۔

شبہہ: کیا یہ بزرگ اپنے مقامات سے سن لیتے ہیں اور وہ حاضر ناظر ہیں؟

الجواب: ہاں۔ وہ سن لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ہوا کے ذریعہ یا ملائکہ کے ذریعہ سنا دیتا ہے یا خود وہ اپنے کشف سے معلوم کر لیتے ہیں۔ کیا مراد وہ حاضر ناظر بھی ہیں، دیکھو حدیث قدسی کو جس میں ان کی آنکھیں خدائی آنکھیں اور ان کی سمع خدائی سمع اور ان کے دل خدائی دل ہوتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو حاضر ناظر میں کیا شبہہ رہا۔ کیونکہ حاضر کے معنی موجود کے اور ناظر کے معنی دیکھنے

والے کے ہیں۔ جب ان کے قوائے ایسے زبردست ہیں تو حاضر ناظر کیوں نہیں کہہ سکتے۔ بعض کاملین نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔

مناقب المحبوبین کے صفحہ ۲۵۳ میں ہے:

ایک روز علی محمد سپاہی حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کا مرید خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے راستہ میں بزداروں کا لشکر بہت تھا تم نے ان کی شرارت سے کیونکر نجات پائی؟

عرض کی کہ غریب نواز! جب بزداروں کے لشکر نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے قتل کرنے کے لئے تلواریں کھینچیں تو میں نے حضور کی صورت کو حاضر کر کے امداد کی درخواست کی۔ حضور کا ہاتھ ظاہر ہوا اور مجھ کو امان دی۔ حضور نے فرمایا ہاں مرید کو ایسا ہی چاہیے کہ اپنے پیر کو ہر حال میں حاضر ناظر جانے اور ہر مشکل میں اس سے مدد چاہے۔ اس کے بعد یہ شعر فرمایا:

ناصیۂ پیر نہ تنہا ضیا است
بلکہ یکے از صفت کبریا است

یعنی پیر کی پیشانی نہ صرف روشنی ہے بلکہ خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔

شبہہ: کیا ان کو علم غیب ہے اور کیا وہ آیات جن میں علم غیب مختص بباری ہے غیر کے لئے علم غیب کی نفی نہیں کرتیں؟

الجواب

بیشک انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو علم غیب جزئی عطائی عرضی ہے، یعنی ذاتی نہیں خدا کا دیا ہوا ہے اور جن آیات میں علم مختص بذات الٰہی ہے، اس سے مراد وہ علم ہے جو مستقل اور بالذات ہے۔ اس پر پختہ دلیل یہ ہے کہ سورہ جن میں ہے:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَّسُولٍ﴾ (الجن: ۲۶-۲۷)

یعنی اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے۔ ہر غیب پر سوائے پسندیدہ رسول کے اور کسی کو ظاہر نہیں کرتا۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَاءُ﴾ (آل عمران: ۱۷۹)

یعنی تم کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع نہیں کرتا، مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے، اس کو بتا دیتا ہے۔

اور اولیاء اللہ کو بوجہ کمال اطاعت انبیاء علیہم السلام کے یہ درجہ نصیب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی سے ظاہر ہے اور عدم ذکر اولیاء اللہ آیت میں اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ جب بادشاہ کہے کہ ہمارے پاس وزیر کے سوا کوئی نہ آئے تو اس سے اس کے خاص ہمراہی مستثنیٰ نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ عام لوگ ہوا کرتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز نے تفسیر عزیزی سورہ جن میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے کہ اولیاء کو بطریق وراثت وتبعیت غیب پر اطلاع ہوتی ہے جیسے نور قمر نور شمس سے مستفاد ہے۔

شبہہ: کیا قرآن مجید میں ایسی آیات نہیں جو کہ غیر اللہ کے پکارنے کو منع کرتی ہیں، جیسے:

﴿ وَ مَنْ أَظْـلَـمُ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ (الاحقاف:۵)

الجواب: مفسرین نے ان آیات کے مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یدعو کے معنی یعبد کے ہیں یعنی وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے:

يدعو يعبد اور **دعائهم** کے نیچے **عبادتهم** لکھا ہے۔

تفسیر سراج المنیر میں ہے:

يدعو أي يعبد ما لا قدرة له

یعنی وہ ایسے معبود کی عبادت کرتا ہے کہ جس کو کچھ قدرت نہیں

تفسیر جامع البیان میں ہے:

اي لا أضل من يعبد

اسی طرح باقی تفاسیر میں ہے اور اگر پکارنا مطلقاً منع ہوتا تو اولیاء کرام کا سننا اور مدد کرنا جیسا کہ مذکور ہوا نہ ہوتا۔ اس لئے ان کا پکارنا منع نہیں ہے اور بت پرست لوگ جب پکارتے تھے تو ان کو معبود جان کر پکارتے تھے۔ اس طرح کا پکارنا منع ہے، منکرین ان آیات کو جو مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں اہل ایمان پر چسپاں کرنا تحریف کلام الٰہی ہے اور ظلم صریح۔

شبہہ: کیا آیت: **إِيَّـاكَ نَـعْبُـدُ وَ إِيَّـاكَ نَسْتَعِيْنُ**۔ استعانت بالغیر کو منع

نہیں کرتی؟

الجواب: اس آیت کا مطلب بھی مخالفین اب تک نہیں سمجھے اور نہ تعصب کی وجہ سے سمجھ سکیں۔ اگرچہ علماء اہل السنة نے بہت سمجھایا سنئے استعانت جو مختص بباری تعالیٰ ہے اس کے بھی کئی معنی مفسرین نے کئے ہیں۔ بیضاوی میں ہے:

اَلْمُرَادُ طَلَبُ الْمَعُوْنَةِ فِي الْمُهِمَّاتِ كُلِّهَا أَوْ فِي الْعِبَادَةِ، فَالْمَعْنٰى نَعْبُدُكَ وَ نَسْتَعِيْنُ بِكَ.. انتهى.

یعنی مقصود یہ ہے کہ مدد ہر ایک معاملہ میں (جو خاصہ متوکلین کاملین ہے) یا عبادت میں پس معنی یہ ہوا کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں (عبادت میں)۔

تفسیر مدارک میں ہے:

و يجوز أن يراد بالاستعانة بتوفيقه على العبادة.

یعنی جائز ہے کہ استعانت سے یہ مقصود ہو کہ ہم تجھ سے بندگی کے ادا کرنے کی توفیق مانگتے ہیں۔

جواہر التفسیر وغیرہ میں ہے کہ صحابہ وتابعین اور بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بالفاظ مختلفہ کی ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **نعبد أي نطيع** یعنی ہم تیرے اطاعت کرتے ہیں۔

مقاتل بن سلیمان نے فرمایا: **نَسْتَعِيْنُ أَيْ نَسْتَغِيْثُ** یعنی ہم تجھ سے فریاد کرتے ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

مَعْنَاهُ نُوَحِّدُ وَ نَسْتَعِيْنُ عَلٰى عِبَادَتِكَ.

یعنی ہم تیری توحید بیان کرتے ہیں اور تیری عبادت پر تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

ابن عیینہ سے مروی ہے:

معناه نخشع و نخضع و نستعين على محاربة الشيطان.

یعنی ہم عاجزی اور تضرع کرتے ہیں اور شیطان سے لڑنے کے لئے تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

تیسیر میں ہے:

اياك نعبد بظواهرها و اياك نستعين في حفظ بواطنها، اياك نعبد

على الرجاء و اياك نستعين على الخوف اياك نعبد على الشكر و اياك نستعين على الصبر۔

یعنی ہم اپنے ظاہر اعضاء سے تیری عبادت کرتے ہیں۔ ہم اپنے باطن امور کی محافظت میں تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم امید پر تیری خاص عبادت کرتے ہیں اور خوف پر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

ہم شکر پر تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صبر پر تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

قاضی شوکانی بھی اس آیت کو اس طرح پیش کرتے ہیں۔ در النضيد فی اخلاص کلمة التوحید میں لکھا ہے:

وَ أَمَّا مَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا اللهُ جَلَّ جَلَالَهُ فَلَا يُسْتَعَانُ فِيْهِ إِلَّا بِهٖ وَ مِنْهُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

یعنی جو خاص مقدور باری تعالیٰ ہے سو اس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے مدد نہ مانگی جائے اور اسی میں سے **إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ** ہے۔

اب جو مقدور بشر ہو اس میں مدد مانگنا عرفاً عقلاً شرعاً جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى﴾ (المائدۃ:۲)

یعنی مدد کیا کرو نیکی اور تقویٰ پر۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ إِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ (الانفال:۷۲)

یعنی اگر وہ تم سے دین کے بارہ میں مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے۔

علی ہذا احادیث میں بکثرت ایک دوسرے کی مدد کا ذکر ہے۔

ابن ماجہ، حاکم، طبرانی و بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے:

استعینوا بطعام السحر علی صیام النهار و بالقیلولة علی قیام اللیل۔

یعنی سحری کھانے سے دن کے روزوں پر اور قیلولہ کرنے سے رات کے قیام پر مدد لیا کرو۔

ایک حدیث میں ہے: **اطلبوا الحوائج الی حسان الوجوه۔**

رواه البخاری و الطبرانی وغیرهما۔

یعنی اپنی ضروریات کو خوبصورت لوگوں سے مانگا کرو۔

جواہر التفسیر میں ہے کہ ارباب عرفان فرماتے ہیں:

نستعین کے معنی طلب عون و طلب معونت نہیں بلکہ طلب عین و طلب معائنہ ہیں، یعنی ہم کو وہ مرتبہ نصیب فرما کہ ہم عبادت کے وقت معاینہ کے مقام تک پہنچیں۔ گویا ہم تجھ کو بچشم سر دیکھتے ہیں۔ اور یہ معنی اس حدیث کے موافق ہیں جو حدیث جبریلی میں آنحضرت ﷺ نے احسان کے معنی یہ فرمائے ہیں کہ تو ایسی عبادت کر گویا کہ خدا کو دیکھتا ہے۔

اسی مطلب کو حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی نے اس شعر میں ادا فرمایا ہے۔

ہر کس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست
فتویٰ ہمیں دہم کہ نمازے قضا کند

فی الواقع کاملین کی نمازیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز نے ایک اور عمدہ معنی بیان فرمائے ہیں۔ وہ یہ کہ یہ لفظ اس لئے لایا گیا ہے کہ اپنی عبادت کی نسبت دل میں غرور پیدا نہ ہو۔ پس گویا یہ کہتا ہے کہ تیری عبادت تیری مدد کے بغیر نہیں ہوسکتی اور یہ بھی ہے کہ دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔

اول فرقہ جبریہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم کو کچھ اختیار نہیں۔ ہم پتھر اور لکڑی کی طرح ہیں۔ ہم سے بے اختیار حرکات سرزد ہوتی ہیں۔

دوم فرقہ قدریہ ہے، وہ کہتا ہے کہ ہم پورا اختیار رکھتے ہیں اور ہماری حرکات وسکنات ہمارے اختیار سے سرزد ہوتی ہیں۔ یہ دونوں گروہ مردود ہیں۔ ان کا طریق برا ہے۔ کیونکہ پہلا گروہ شریعتوں اور تکالیف کو باطل کرتا ہے۔ اور دوسرا خدا کے کارخانہ میں شرکت کا دعویٰ کرتا ہے۔ پس یہ دو لفظ ان دونوں فرقوں کے رد کے لئے ہیں۔ **ایاک نعبد** جبریہ عقیدہ کا رد ہے اور **ایاک نستعین** قدریہ عقیدہ کا رد ہے اور سیدھا راستہ تیسرے گروہ کے نصیب میں ہے جو اہل السنۃ ہے وہ کہتا ہے کہ بندگی ہم کرتے ہیں اور توفیق تجھ سے مانگتے ہیں۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ غیر سے استعانت اس طرح پر کہ اس غیر پر بھروسا ہو اور اس کو خدا کی مدد کا مظہر نہ سمجھا جائے حرام ہے، اور اگر توجہ صرف خدا کی طرف ہو اور اس کو خدا کی مدد کا

مظہر سمجھ کر اور خدا کے کارخانہ اسباب وحکمت پر نظر کرتے ہوئے اس سے استعانت کی جائے تو معرفت سے بعید نہیں۔ اور شرع میں بھی جائز ہے اور وارد ہوا ہے۔ اور اولیاء کرام وانبیاء علیہم السلام نے اس قسم کی مدد غیر سے طلب کی ہے اور فی الحقیقت اس قسم کی مدد غیر اللہ سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد کا مانگنا ہے۔

جب اس آیت کے معنی اہل علم مفسرین صحابہ وغیرہ کئی طرح کرتے ہیں۔ تو اب اس کو ظاہری معنی کے لحاظ سے عام بنا کر مطلقاً غیر سے استمداد حرام وشرک سمجھنا اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے اور سمجھ کر نہ ماننا تعصب نہیں تو اور کیا۔

شبہہ: کیا (حاشیہ) فتوح الغیب میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا **أن الاشتغال بغير الله شرك۔**

کیونکہ غیر خدا سے مشغول ہونا اور اس کو طلب کرنا شرک ہے۔ انتہی ترجمہ شیخ محدث دہلوی۔

الجواب: یہ بھی ایک جہالت واضحہ ہے اور مغالطہ صریح ہے کیونکہ اول آخر عبارت کو چھوڑ کر صرف ایک جملہ لے لیا ہے جس کو استمداد از اولیاء اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مقام رضا بالقضاء میں کلام فرماتے ہیں۔ چنانچہ مقالہ ۵۳ فتوح الغیب اور اس کی اسی شرح سے ظاہر ہے۔

قال رضی اللہ عنہ: **اطلبوا من الله الرضاء بالقضاء۔**

طلب کرو اور مانگو خدا سے کہ وہ اپنی قضاء پر راضی رکھے۔

اور اپنے غضب اور اعتراض ونزاع سے دور رکھے۔ آگے چل کر حظوظ نفس وغیرہ کو منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے:

لان الاشتغال بغير الله عز وجل شرك و طالب الحظ ليس بصادق في محبته و ولايته۔

یعنی اس لئے کہ غیر خدا سے مشغول ہونا اور اس کا طلب کرنا شرک ہے اور اپنے نفس کے مزہ اور نصیب کا طالب اپنی محبت اور دوستی میں صادق نہیں ہے۔ اب دیکھیے اول آخر کی عبارت کو چھوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے جو بالکل نہیں نکلتا۔ جو شخص پوری عبارت دیکھے گا وہ سمجھ لے گا کہ اس عبارت کو اولیاء اللہ کی استمداد سے کیا مطلب۔ آؤ ہم تم کو اسی فتوح الغیب سے بتلاتے ہیں کہ جب ولی فانی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تکوین (یعنی پیدا کرنے) کی قدرت اور کن فیکون کی طاقت ہو جاتی ہے۔

مقالہ سادس صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں:

أفن عن الخلق بحكم الله۔

مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں:

فتنبو عن الاخلاق البشرية۔

پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا۔

فلن يقبل باطنك شيأ غير ارادة الله۔

پس تیرا باطن سوائے خدا کے ارادہ کے اور کوئی شے ہرگز قبول نہ کرے گا۔

فحينئذ يضاف اليك التكوين و خرق العادات۔

اور جب تو اپنی خودی سے فانی ہو جائے گا اور تجھ میں سوائے خدا کے فعل اور ارادہ کے اور کچھ نہ رہے تو تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوں گے۔ یعنی وہ تم کو حکم میں خوارق وکرامت کے ساتھ متصرف کر دے گا۔ فيرىٰ ذلك منك في ظاهر العقل و الحكم۔ پھر وہ فعل اور تصرف تجھ سے ظاہر عقل وحکم میں دیکھا جاتا ہے لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے۔ کیونکہ معجزہ وکرامت فعل خدا ہے کہ بندہ کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق وتکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

و هو فعل الله و ارادته حقا في الباطن

حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین وخرق عادات خدا کا فعل و تصرف وارادہ ہے۔ اور آگے چل کر فرماتے ہیں:

قال الله تعالىٰ في بعض كتبه:

يا ابن أدم أنا الله لا اله الا أنا أقول للشئ كن فيكون و أطعني أجعلك، تقول للشئ كن فيكون و قد فعل ذلك بكثير من أنبيائه و أوليائه خواصه من بني أدم۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں خدا ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں۔ میں شے سے کہتا ہوں ہو جا وہ ہو جاتی ہے اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کر دوں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔ اور بلا شبہہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اپنے اولیا اور خاص بنی آدم

سے ایسا کیا ہے۔

اب دیکھئے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ولی اللہ کے لئے تصرف اور تکوین و قوت کن فیکون وغیرہ ثابت کرتے ہیں اور فتوح الغیب میں بہت جگہ اولیاء اللہ کی کمال تعریف کی ہے۔

یہ علماء دیوبند کے دلائل کا نمونہ کہ عبارت کا مطلب کچھ ہوتا ہے اور لیتے کچھ ہیں۔

آخر میں ہم ان صحابہ کرام وعلماء کبار ومشائخ ذوی الاعتبار کے اسماء گرامی کی فہرست پیش کرتے ہیں جو کہ استغاثہ وتوسل کے مجوزین ہیں۔

حضرت عباس بن عبد المطلب، عمر بن الخطاب۔ عائشہ صدیقہ۔ علی کرم اللہ وجہہ۔ عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ بن مسعود۔ انس بن مالک۔ سواد بن قارب۔ عکاشہ۔ عثمان بن حنیف۔ نابغہ جعدی۔ عقبہ بن غزوان ودیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم بوجہ اجماع سکوتی۔

تابعین وتبع تابعین وغیرہم: حسن بصری۔ محمد بن منکدر۔ امام علی موسیٰ ابن ابی فدیک استاد امام شافعی۔ امام ابوحنیفہ۔ محمد بن ادریس شافعی۔ امام ابوبکر بن مقری۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ۔ ابن الجلاء۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی۔ حاتم اصم۔ علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ شیخ سبکی صاحب شفاء السقام۔ امام نووی۔ محمد بن حرب ہلالی۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ امام بیہقی۔ بزار۔ ابن السنی۔ قاضی عیاض مالکی۔ شہاب الدین احمد بن محمد البرنسی۔ شیخ ابو العباس حضرمی۔ امام ابن جوزی۔ سراج الدین بلقینی۔ عبد الرؤف مناوی۔ ابو الشیخ عبد اللہ بن حبان۔ ابوبکر اقطع۔ ابن جزری صاحب حصن حصین۔ ابراہیم طرابلسی۔ شیخ حسن شرنبلالی۔ امام قسطلانی۔ ابن حاج مالکی۔ ابن حجر مکی۔ امام شمس الدین سخاوی۔ امام واقدی۔ ابونصر صباغ۔ ابن نجار بغدادی۔ ابن عساکر دمشقی۔ ابوعبد اللہ محمد بن موسیٰ مالکی۔ امام غزالی۔ شیخ ابن الہمام۔ امام فخر الدین۔ قاضی خان ابوداؤد مکی۔ امام رملی صاحب فتاوی خیریہ شوبری۔ یحیٰ صرصری۔ موفق الدین قدامہ حنبلی صاحب مغنی۔ نجم الدین حنبلی۔ ابو عبد اللہ شمس الدین حنبلی۔ برماوی صاحب دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی الحیوٰۃ وبعد الممات۔ شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی۔ شیخ عبد الباقی مقدسی۔ شیخ احمد غنجی حنفی۔ نور الدین سمہودی۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم بن جعمان جعبری،

ابن اثیر صاحب نہایہ۔ شیخ ابوطاہر۔ سید احمد حموی۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی۔ علامہ سعد الدین تفتازانی۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی۔ امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ۔ ابن المفید صاحب مناسک المشاہد۔ کمال الدین زملکانی۔ امام فخر الدین رازی۔ امام بیضاوی۔ حافظ الدین عبد اللہ نسفی صاحب مدارک۔ محمد فاضل دہلوی صاحب مزرع الحسنات۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی۔ ملا علی قاری۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ شیخ الاسلام صاحب کشف الغطاء۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ شاہ عبد العزیز۔ شاہ رفیع الدین دہلوی۔ مولوی مخصوص اللہ صاحب دہلوی۔ ملا عابد سندی مدنی استاد شاہ عبد الغنی دہلوی مجددی۔ شاہ غلام علی دہلوی۔ مولوی عبد الحلیم صاحب لکھنوی۔ مولوی تراب علی صاحب لکھنوی۔ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی وغیرہ وغیرہ لاتعد ولاتحصیٰ۔

منکرین، ان اسماء گرامی کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسے ایسے اجلہ صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین ومفسرین وعلماء محققین جواز توسل کے قائل ہیں تو پھر ان کی نسبت شرک یا بدعت کا کلمہ کہاں تک مناسب ہے؟

خیر! ہم اہل انصاف ناظرین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بالضرور منکرین کے دام میں گرفتار نہ ہوں گے اور عقیدہ راسخہ اہل السنۃ والجماعۃ کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔

بہر حال خدا کے فضل سے مختصر طور پر ہم نے استمداد اور استعانت اولیاء کرام سے اچھی طرح ثابت کر دی۔ اگر مفصل دیکھنا ہو تو دیگر رسائل اہل السنۃ دیکھو۔ جیسے اعلاء کلمۃ اللہ مؤلفہ حضرت مرشدنا وقبلتنا قبلہ عالم، جامع العلوم الظاہرہ والباطنہ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشیں گولڑہ شریف سلمہم اللہ وزاد فضلہم وفیضہم۔ اور وسیلہ جلیلہ مؤلفہ مولانا مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری اور رسالہ فتح الحق مؤلفہ مولانا مولوی محمود صاحب مدراسی شافعی۔ ورسائل مؤلفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی ورسالۃ العجالۃ الجمیلۃ فی اثبات الوسیلۃ۔ مؤلفہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب وغیرہم۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی خاتم النبیین سیدنا و مولانا و شفیعنا و غوثنا و غیاثنا محمد و آلہ و صحبہ و اہل بیتہ اجمعین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فتویٰ عدم جواز مسح جراب

یہ فتویٰ میں نے اقامت دہلی کے ایام میں ۱۳۰۸ھ میں پیشوائے اہل حدیث مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے کرایا تھا، جس کو ان کے فرزند سید شریف حسین صاحب نے لکھا تھا اور انہوں نے اس پر اپنی مہر کر دی تھی۔ تیسری مہر ان کے شاگرد مولوی محمد تلطف حسین صاحب کی ہے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد دوسرا فتویٰ ان کے صاحبزادے شریف حسین صاحب کا ہے۔ اس پر ان کی مہر اور اسی شاگرد کی ہے۔ علماء احناف کی تصدیق نہیں کرائی تھی کہ حنفیہ سب اس پر متفق ہیں کہ ان جرابوں پر جو سوتی یا پشمینی ہوتی ہیں مسح جائز نہیں۔

اب بعض احباب کی سفارش سے یہ فتویٰ اس رسالہ کے آخر میں طبع کرایا جاتا ہے۔ کیونکہ پنجاب کے بعض اہل حدیث جرابوں پر مسح کرتے ہیں اور ان کے دیکھا دیکھی بعض جاہل حنفی بھی شاید کرتے ہوں۔ اب بعض علماء احناف کے بھی دستخط کرا دیے ہیں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سوتی یا پشمینی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب: درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہئے کہ سوتی یا پشمینے کے جرابوں پر شرعاً مسح کرنا جائز نہیں۔ اس واسطے کہ وہ ثخینین نہیں اور جو چیز ثخینین نہ ہو اس پر مسح درست نہیں ہے۔

عن المغيرة بن شعبة قال توضأ النبي ﷺ و مسح على الجوربين و النعلين. قال أبو عيسىٰ هذا حديث حسن صحيح ۔ و هو قول غير واحد من أهل العلم و به يقول سفيان الثوري و ابن المبارك و الشافعي و أحمد و اسحٰق قالوا يمسح على الجوربين و ان لم يكن منعلين اذا كانا ثخينين. انتهى ما في الترمذي و غيره من كتب الحديث. و الله أعلم بالصواب۔

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ

الثقلین محمد تلطف حسین — سید محمد نذیر حسین — زشرف سید کونین

خادم شریعت رسول ﷺ — شد شریف حسین

هذا الجواب صحيح و المجيب نجيح

الراقم

خادم العلماء الابرار محمد یار عفی عنہ

امام و خطیب و مفتی مسجد طلائی ۔ لاہور

الجواب صحيح.................احمد علی عفی عنہ

مدرس مدرسہ اسلامیہ و خطیب مسجد شاہی ۔ لاہور

هذا الجواب صحيح............محمد عبد الستار عفی عنہ

مفتی مسجد شاہی ۔ لاہور

بندۂ پروردگارم اُمّتِ احمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دوستدارم چار یار تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ملّتِ حضرت خلیل
خاکِ پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی